جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کا دینی علمی ادبی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

صدائے حق

گنگوہ

اپریل ۲۰۱۸ء

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور (یوپی) انڈیا

بیادگار: شریف الامت حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحبؒ بانی جامعہ ہذا

رجب المرجب ۱۴۳۹ھ
مطابق
اپریل ۲۰۱۸ء

شمارہ: ۴
جلد: ۲

ماہنامہ صدائے حق گنگوہ

مجلس سرپرستان

شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم
حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی مدظلہم شیخ الحدیث وناظم جامعہ ہذا

معاون مدیر
عبدالواجد الندوی
9412508475

مدیر انتظامی
مولانا قاری عبید الرحمٰن صاحب قاسمی

مدیر تحریر
محمد ساجد کھجناوری
09761645908

مجلس مشاورت

حضرت مولانا وسیم احمد صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ ہذا
حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مدظلہ استاذ حدیث جامعہ ہذا

زر تعاون

فی شمارہ	۳۰ روپے
سالانہ	۳۰۰ روپے
بیرون ملک	۱۵ امریکی ڈالر
سارک ممالک	۴۰۰ روپے
لائف ممبر	۵۰۰۰ روپے

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور (یوپی) انڈیا

MAHNAMA SADA-E-HAQ GANGOH
JAMIA ASHRAFUL ULOOM RASHEEDI, GANGOH
Distt. Saharanpur (U.P.) India, Pin 247341
E-mail : sajidkhujnawari@gmail.com, sadaehaque313@gmail.com

آئینۂ مضامین

صفحہ	مضمون نگار	عناوین	کالم
۳	محمد ساجد کھجناوری	آخر ملکِ شام کی صبح درخشاں کب؟	اداریہ
۷	حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی	تعلیماتِ تصوف اور قرآن کریم	صدائے قرآن
۱۱	مولانا مفتی محمد احسان رشیدی	مروجہ بیاہ شادیوں میں غیر اسلامی طریقے	صدائے حدیث
۱۵	ابوسعد رشیدی ندوی	علماء حق کی ایک اور کڑی	شخصیات
۱۹	حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی	باب ماجاء من الرخصة فی ذٰلک	افادات
۲۳	مرغوب الحق گنگوہی	قرآن کریم تزکیۂ نفس کی سب سے بڑی کتاب	مقالات
۲۸	مولانا عبدالواجد رشیدی ندوی	مذہبِ اسلام کے اہم رکن ''زکوۃ'' کے اہم نکات	
۳۱	مولانا محمد صابر قاسمی	ملکِ شام اور مسجدِ اقصیٰ کے فضائل و برکات	
۳۳	حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی	نفس کو کیسے قابو کریں؟	خطبات
۳۷	ادارہ	مسائل وفتاویٰ	منتخبات
۴۰	مولانا عبدالواجد رشیدی ندوی	دوآبہ کی ایک گرانقدر شخصیت	بزمِ رفتگاں
۴۴	محمد ساجد کھجناوری	تعارف وتبصرہ	مطالعات
۴۵	ابوفیصل کھجناوری	جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی ڈائری	اخبارِ جامعہ
۴۸	حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم	تصنیفات وتالیفات	جہانِ کتب

پرنٹر وپبلیشر مدیر (مولانا) خالد سیف اللہ (صاحب) نے ایم، ایس، سبھاش پریس 4/2731 چوک نواب گنج نزد کمپنی گارڈن سہارنپور سے طبع کرا کر دفتر ''صدائے حق'' جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ سے شائع کیا۔ (کمپیوٹر کمپوزنگ) محمد دلشاد رشیدی موبائل 9358199948

ادار یہ

آخر ملک شام کی صبحِ درخشاں کب؟

محمد ساجد کھجناوری

تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پیشتر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشن گوئی فرمائی تھی جس کا لبِ لباب یہی ہے کہ عنقریب وہ زمانہ بھی آئے گا جب دنیا کی ظالم طاقتیں امت مسلمہ پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے والے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں، تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! کیا اس وقت ہم لوگ بلحاظ تعداد اقلیت میں ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''نہیں تعداد تو بہت ہوگی لیکن سمندر کے جھاگ کی طرح تم بالکل بے حیثیت ہوں گے، تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا دبدبہ جاتا رہے گا، اور تمہارے قلوب ''وہن'' سے آشنا ہوں گے، سائل نے پوچھا یا رسول اللہ وہن کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا سے محبت اور موت سے نفرت'' (ابوداؤد رص: ۵۹۰ رکتاب الملاحم)۔

روایت بالا کی روشنی میں آج ہم عالمی منظرنامہ بالخصوص عالم اسلام کے ظروف واحوال کا جائزہ لیں تو صادق ومصدوق کی فرمودہ پیشن گوئی حرف بحرف صادق آرہی ہے کہ کس طرح سامراجی اور صیہونی طاقتوں نے امت مسلمہ کو اپنے ناپاک آہنی پنجوں میں جکڑ لیا ہے، اسلام پسندوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ہے، درست فکر وعقیدے کے حاملین ان کے نشانے پر ہیں، پوری دنیا میں یہودیت اور عیسائیت کو محفوظ رکھنے بلکہ دوسروں پر مسلط کرنے کی تحریک شباب پر ہے، خدا بیزار دوسری اقوام کو بھی کسی قدر تحفظ کی گارنٹی حاصل ہے لیکن اگر یہ زمین اپنی تمام تر کشادگی کے باوصف کسی پر تنگ ہے تو وہ بے چارے یہی دین پسند مسلمان ہیں جنہیں آج کا دجالی میڈیا رجعت پسند، کورچشم، بنیاد پرست، دہشت گرد اور علیحدگی پسند جیسے القاب سے موسوم کرنے کے ساتھ دنیا کیلئے خطرہ کی گھنٹی سے تعبیر کر رہا ہے، جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے اور دنیا بھر کے مظلوم مسلمان جب بھی پر امن طریقہ سے اپنے حقوق کو پانے کیلئے جمہوری طریقہ پر صدائے حق بلند کرتے ہیں تو نہ صرف ان کا ناطقہ بند کر دیا جاتا ہے بلکہ ان کے لہلہاتے گلشنِ حیات کو آن واحد میں اجاڑ کر رکھ دیا جاتا ہے، دنیا کے نقشہ پر اس وقت کئی ممالک میں حق وباطل یا اسلام ومغربیت کی یہ دینی وسیاسی کش مکش بدستور جاری ہے، اغیار سے کیا شکوہ افسوس تو ان نام نہاد مسلم حکمرانوں پر ہے جو سامراجی حکومتوں کے آلۂ کار بن کر ان کے بنائے خاکوں میں رنگ بھرنے کیلئے اپنے ہی ہم مذہبوں پر مشقِ ستم ڈھا رہے ہیں، حق وباطل کی کش مکش کا بڑا مرکز اس وقت ملک شام ہے جس کا دارالحکومت دمشق ہے، شامی مسلمانوں پر اس وقت قیامت صغریٰ قائم ہے جہاں ظالم حکمراں بشار

الاسد رجیم اپنی وفادار شیعہ فوج اور ایران، روس نیز حزب اللہ کی عسکری سپورٹ سے سنی عقیدہ کے حامل مظلوم مسلمانوں کو نہایت بے دردی سے شہید کر رہا ہے، ہر طرف خون سے لت پت جلی کٹی نعشیں بکھری پڑی ہیں، بچے بوڑھے جوان بھی ابدی نیند سلائے جا رہے ہیں، سوشل میڈیا میں وائرل ہونے والی متعدد تصاویر نے دردمند انسانیت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے کہ کس طرح بشار کے فوجی درندے کلیوں کے مانند معصوم بچوں کو پیروں تلے مسل رہے ہیں، پردہ نشیں خواتین کو بھی نہیں بخشا جا رہا، بلکہ ان کی اجتماعی عصمت دری کی جا رہی ہے، اپنی عصمت کو بچانے کیلئے بعض عورتوں کو خودکشی کرتے دیکھا گیا ہے، غذائی اشیاء کی شدید قلت پیدا ہوگئی ہے، تباہ حال ملک شام کے باشندے جان بچانے کی خاطر مردار کا گوشت کھانے پر مجبور ہیں، سقوط حلب کے بعد اب سقوط غوطہ بھی ہوا چاہتا ہے، جبکہ یہ غوطہ وہی شہر ہے جس کے بارے میں پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ "خون ریز جنگ کے دن مسلمانوں کی پناہ گاہ غوطہ ہوگا جو اس شہر کے کنارے پر واقع ہے جسے دمشق کہا جاتا ہے یہ شام کے شہروں میں سے بہترین شہر ہے (سنن ابی داؤد)۔

خبر رساں ایجنسیوں کے مطابق اس وقت شام میں ہر طرف افراتفری کا عالم ہے، گذشتہ چند روز کے اندر ہی غوطہ دمشق میں اب تک 1800 انسانی چراغ گل کر دئے گئے ہیں، حالیہ ناگفتہ بہ بحران 2011ء میں اس وقت شروع ہوا تھا جب بہار عرب نامی آزادی کی تحریک نے متعدد عرب ممالک ک اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، جس کے نتیجہ میں کئی ممالک کے اندر انتقالِ اقتدار ہوا تو بعض ہٹ دھرم حکمرانوں کو رخت سفر ہی باندھنا پڑا، اسی وقت ملک شام میں بھی کچھ مظلوم اور بے بس سنی باشندے سڑکوں پر آگئے جو دراصل مدت بسیار سے بشار اور اس کے ملعون والد حافظ الاسد کی چیرہ دستیوں کا شکار بنے ہوئے تھے، اب بجائے اس کے کہ ان کے جائز مطالبات پر دھیان دیا جاتا بشار ٹولہ نے اسی وقت ہزاروں شامی مظاہرین پر تابڑ توڑ حملے کر کے اپنے ہی ملک کی سرزمین کو ان کے خون سے لالہ زار کر دیا تھا، ایک محتاط عددی سروے کے مطابق اس پانچ سالہ جنگ میں پچاس ہزار سے زیادہ معصوم بچے مارے گئے، آٹھ لاکھ انسان سفاک حکمران اور اس حلیفوں کے ہاتھوں جاں بحق ہو چکے ہیں، جبکہ ایک کروڑ چالیس لاکھ سے زیادہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے جن کی ایک بڑی تعداد ترکی حکومت کے رحم و کرم پر کیمپوں میں زندگی گزار رہی ہے۔

آیئے ایک نظر شام کی وجہ تسمیہ، اس کی جغرافیائی حدود و حیثیت اور اس کے عروج و زوال پر بھی ڈالتے چلیں، کہا جاتا ہے کہ طوفانِ نوح کے بعد حضرت نوحؑ کے بڑے صاحبزادے سام اسی علاقہ میں آکر آباد ہوئے تھے، انہیں کے نام سے ملک شام مشہور ہوگیا جسے اب عربی میں سوریا انگریزی میں SYRIA اور سریانی میں شام سے موسوم کرتے ہیں، یوں تو قدیم ملک شام اپنے حدود و رقبہ کے لحاظ سے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا تھا لیکن فرانسیسی

استعماری حکومت کے زیرنگیں ہونے کے بعد 1920ء میں اسے درج ذیل چار الگ الگ حدود میں تقسیم کردیا گیا۔

(۱) حالیہ شام (دارالحکومت دمشق) یہ براعظم ایشیا کی آخری حدود پر ہے، یہاں شیعہ فرقہ سے رکھنے والا موجودہ حکمراں بشار ہے۔

(۲) فلسطین اور اسرائیل (دارالحکومت بیت المقدس) یہاں پون صدی سے یہود قابض ہیں۔

(۳) لبنان (دارالحکومت عمان) یہاں بھی مسلمان اقلیت میں ہیں۔

(۴) اردن (دارالحکومت عمان) یہاں بھی برطانوی حکومت کے نمک خوار ہی قابض ہیں۔

۱۳ھ میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد ابن ولید کو حکم دیا تھا کہ وہ عراق سے فارغ ہوکر ملک شام کا رخ کریں، اس طرح شام کی فتوحات کا دروازہ کھلا اور ۱۴ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے منصب خلافت پر متمکن ہونے سے قبل ہی اس کی تکمیل ہوچکی تھی، غیر منقسم ملک شام پر 636 عیسوی سے 1920 عیسوی تک مسلمانوں کی حکومت رہی، اس سے قبل یہاں بازنطینی حکومت قائم تھی، تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ دارالحکومت دمشق خلفاء بنوامیہ کا بھی تقریباً اسی سال تک دارالسلطنت رہا 1920ء میں جب شریف مکہ کی غداری کے سبب خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا تو شام فرانس کے قبضہ میں چلا گیا، لیکن پھر 1946ء میں اسے فرانسیسی استعماریت سے آزادی نصیب ہوئی اور حافظ امین وہاں کا سربراہ بنا، پھر 1970ء میں ایک فوجی بغاوت کے بعد موجودہ بشار کا باپ اس کا مالک بن بیٹھا، یہی شخص اس سے پیشتر حکومت میں وزیر دفاع کے منصب پر براجمان تھا، یہ شخص شیعوں کے بدترین نصیری فرقہ سے تعلق رکھتا تھا جس کے عقائد بقول مولانا مفتی شکیل منصور القاسمی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت علیؓ خدا تعالیٰ میں حلول کئے ہوئے ہیں۔

(۲) ہندوستانی برہموں کی طرح تناسخ ارواح (آواگون) کا قائل نیز حساب وکتاب اور بعث وحشر کا منکر ہے۔

(۳) دینی فرائض مثلاً نماز روزہ کی فرضیت کا منکر جبکہ تعمیر مساجد کا روادار نہیں ہے۔

(۴) محرمات شرعیہ یعنی زنا اور شراب نوشی وغیرہ کی حلت کا قائل ہے۔

بنابریں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے رسائل میں ان کی عورتوں کے ساتھ مناکحت کو ناجائز قرار دیا ہے، بلکہ ان کے ذبیحہ کی حلت اور نماز جنازہ پڑھنے کا بھی انکار کیا ہے۔

2000ء میں حافظ الاسد کا انتقال ہوا تو بشار الاسد اس کا جانشین قرار پایا جو ہنوز یہاں کا حکمراں بنا بیٹھا ہے اور اس نے ملک شام کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے، حالاں کہ یہ وہ بابرکت اور مقدس سرزمین ہے جسے حرمین شریفین

کے بعد موجودہ تقسیم سے قبل بڑی اہمیت کا حامل خطہ قرار دیا گیا ہے، حتیٰ کہ سورۂ انبیاء کی بعض آیات میں اس کے بابرکت ہونے کی صراحت ہے، بعض محققین علماء نے تو اس کے فضائل پر کتابیں تصنیف کی ہیں، دمشق کی اسی جلدوں میں معتبر تاریخ لکھنے والے مشہور محدث حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ ''ایک زمانہ میں دس ہزار لوگ اس شہر میں ایسے موجود تھے جو نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف تھے۔

غیر منقسم ملک شام کی اگر بات کریں تو یہی کیا کم ہے کہ اس کی آغوش میں مسلمانوں کا قبلۂ اول یعنی مسجد اقصیٰ واقع ہے، علاوہ ازیں احادیثِ صحیحہ مشہورہ سے بھی اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ ایک روایت میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (یا اللہ) ہمارے شام اور یمن میں برکت فرما، صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں بھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: (یا اللہ) ہمارے شام اور یمن میں برکت فرما صحابہ نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں بھی تو آپ ﷺ نے فرمایا (وہاں زلزلے فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ رونما ہوگا)۔

حضرت ابن حولہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ زمانہ قریب ہے جب دین اور ملت کا یہ نظام ہوگا کہ تم مسلمانوں کے جدا جدا کئی لشکر ہوں گے ایک لشکر شام میں ہوگا، ایک یمن میں اور ایک لشکر عراق میں (یہ سن کر) ابن حولہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ (اگر میں اس زمانہ میں ہوا تو) فرمائیے کونسا لشکر اختیار کروں، حضور ﷺ نے فرمایا شام کو اختیار کرنا کیونکہ شام کی سرزمین اللہ کی زمینوں میں سے برگزیدہ سرزمین ہے الخ۔

ایک دوسری روایت میں حضرت زید ابن ارقم فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شام کس قدر مبارک سرزمین ہے، صحابہ کرام نے پوچھا اے اللہ کے رسول ایسا کیوں ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کے فرشتوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ شام کے اوپر اپنے پر پھیلائے ہوتے ہیں۔

افسوس کہ ایسی بابرکت سرزمین جسے حضرات انبیاءؑ کے قدموں نے بوسہ دیا ہو، صحابہ کرامؓ اور ان کی اولاد کی وہ مسکن رہی ہو بڑے بڑے فقہاء و محدثین اور اعلام امت اس کی گود میں پلے بڑھے ہوں، اس وقت صحیح الفکر مسلمانوں کا مقتل بن کر رہ گئی ہے، شامی بھائیوں کا خون پانی کی طرح بہہ رہا ہے، ترکی کے ماسوا تمام مسلم قیادتیں مصلحت کی چادریں تان کر محو خواب ہیں، اللہ رے سناٹا آواز نہیں آتی، ایسے حالات میں ہمیں ان کیلئے دعا گو رہنا چاہئے کہ اللہ غیب سے ان کی نصرت و حفاظت کے فیصلے فرمادے، ویسے بھی ہمارے نبی نے سارے مسلمانوں کو جسد واحد سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم اس کا احساس کرتا ہے، آج اگر نہتے شامی اپنے نازک ترین دور سے گذر رہے ہیں تو ان کے غم و درد میں سارے بہی خواہان ملت برابر کے شریک ہیں اور بارگاہِ رب صمدیت میں ملتجی ہیں کہ خداوندا انسانیت کے دشمن ظالموں سے عبرتناک دار و گیر فرما۔

صدائے قرآن

تعلیماتِ تصوف اور قرآن کریم

"خشوع وخضوع حاصل کرنے کا نام ہی تصوف ہے"

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب گنگوہی قاسمی نقشبندی دامت برکاتہم، شیخ الحدیث (ثانی) وناظم جامعہ ہذا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ(۱)اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ(۲)وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ(۳)وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ(۴)وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ(۵)اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ(۶)فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ(۷)وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ(۸)وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ(۹)اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ(۱۰)اَلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(۱۱).(سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ)۔

یقیناً ان مسلمانوں نے آخرت میں فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں، اور جو لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں اور جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں، اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھنے والے ہیں، لیکن اپنی بیبیوں سے یا شرعی باندیوں سے (جو موجودہ دور میں مفقود ہیں) کیوں کہ ان پر کوئی الزام نہیں، ہاں جو اس کے علاوہ طلبگار ہوں، ایسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھنے والے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (آسان تفسیر)۔

اس آیتِ مبارکہ سے اس پر روشنی پڑتی ہے کہ وہ حضرات کامیاب ہیں جو نمازوں میں خشوع کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں، یعنی ان کے دل یادِ خدا میں پگھلتے ہیں، خشوع کے معنی میں متعدد اقوال ہیں، حضرت ابن عباسؓ سے اس کے معنیٰ منقول ہیں مُخْبِتُوْنَ اَذِلَّاءُ یعنی اخبات کرنے والے اور اپنے آپ کو ذلیل و کمزور سمجھنے والے حضرات جس کا مفہوم یہ نکلتا ہے، ان کے اندر دل کی توجہ ہوتی ہے اور تواضع ہوتی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ اور حضرت قتادہؒ نے فرمایا خَائِفُوْنَ اللہ پاک سے ڈرنے والے حضرات ہیں، امام مقاتلؒ سے اس کے معنیٰ مُتَوَاضِعُوْنَ کے نقل کئے گئے ہیں، امام مجاہدؒ نے فرمایا غضِ بصر وخفضِ صوت کرنے

والے، یعنی نگاہ نیچی اور آواز پست کرنے والے حضرات خشوع کے قریب تر ہیں، مگر خضوع کا تعلق بدن سے ہے اور خشوع کا تعلق قلب اور بصر سے اور صوت سے ہے، باری تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ آوازیں پرسکون ہوگئیں، اس کے سامنے اور حضرت علیؓ سے منقول ہے: خاشع وہ ہے جو دائیں اور بائیں متوجہ نہ ہو، حضرت سعید بن جبیرؓ نے فرمایا: خاشع وہ ہے جو یہ نہ جانے دائیں کون ہے بائیں کون ہے، عمرو بن دینار نے فرمایا: خشوع کے معنیٰ ہیں سکون اور وقار اور حسنِ ہیئت رکھنا، اور امام محمد بن سیرینؒ نے فرمایا خشوع یہ ہے کہ سجدہ کی جگہ سے نظر اُوپر نہ اُٹھائے، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ بعض حضرات کی نظر نماز میں اُوپر اُٹھ جاتی تھی جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو ڈاڑھی سے کھیل رہا تھا فرمایا: لَوْخَشَعَ قَلْبُهٗ هٰذَا خَشَعَتْ جَوَارِحُهٗ، اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اعضا پر بھی نظر آتا وہ بھی پرسکون ہوتے، اور کہا گیا ہے خشوع طمانیت اور ہمتِ قلبی عزمِ دلی کو جمع رکھنے کا نام ہے اور ماسوی اللہ سے اعراض کرنا جو قرأت کرے یا سنے اور ذکر و تسبیح اس میں تدبر و تفکر کرنا اور معنیٰ کا استحضار رکھنا۔

صدق اور تقویٰ حاصل کرنے کا نام ہی تصوف ہے

ان آیاتِ مبارکہ میں صادقین و متقین کے بعض اوصاف مذکور ہوئے ہیں، متقیوں کے باقی اوصاف دیگر آیات میں مذکور ہوئے ہیں مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا (٦٣) وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا (٦۴) وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۝ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (٦٥) اِنَّهَا سَآئَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (٦٦) وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (٦٧) وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا (٦٨) يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا (٦٩) اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (٧٠) وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا (٧١) وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (٧٢) وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا

وَّعُمْيَانًا(٧٣)وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاهَبْ لَنَامِنْ اَزْوَاجِنَاوَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا(٧٤)اُوْلٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَاصَبَرُوْاوَيُلَقَّوْنَ فِيْهَاتَحِيَّةً وَّسَلَامًا(٧٥)خٰلِدِيْنَ فِيْهَاحَسُنَتْ مُسْتَقَرًّاوَّمُقَامًا(٧٦)قُلْ مَايَعْبَؤُابِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا(٧٧)(سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ).

اور رحمٰن کے خاص الخاص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں (متواضعانہ انداز سے) اور جب بات کرنے لگیں ان سے جاہل لوگ تو صاحب سلامت کہہ کر رُخصت ہوجاتے ہیں اور وہ لوگ جو رات گذارتے ہیں اپنے رب کے آگے سجدے اور قیام کی حالت میں وہ لوگ یہ دُعا مانگتے رہتے ہیں اے رب! ہم سے عذابِ جہنم کو دُور رکھئے بے شک اس کا عذاب دائم ولازم ہے، بلاشبہ وہ بری جگہ ہے رہنے کی اور ٹھہرنے کی، اور وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا اس کو قتل نہیں کرتے، ہاں مگر حق پر، اور بدکاری نہیں کرتے اور جو کرے یہ کام وہ اپنے کئے کو پائے گا قیامت کے دن، اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ذلیل ہوکر اس عذاب میں پڑا رہے گا، مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر رُجوع کر رہا ہے اور وہ بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر بے ہودہ لوگوں کے پاس سے گذریں تو سنجیدگی کے ساتھ گذر جاتے ہیں اور وہ لوگ کہ جب ان کو ان کے پروردگار کی آیتوں سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہوکر نہیں گرتے اور وہ ایسے ہیں کہ دعاء کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور اے اللہ ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنادے، ایسے لوگوں کو بالاخانے ملیں گے کیونکہ وہ طاعت پر ثابت قدم رہے اور لینے آویں گے ان کو وہاں دُعاء وسلامتی کہتے ہوئے، ہمیشہ ہمیشہ رہا کریں گے ان میں، بلاشبہ بہشت نہایت عمدہ آرام گاہ اور قیام گاہ ہے، کہہ دیجئے آپ ﷺ کہ میرا رب تمہاری پرواہ نہیں کرے گا، اگر تم عبادت نہ کروگے سو تم تو جھوٹا سمجھتے ہو تو عنقریب یہ وبال جان ہوگا۔

صبر وصلاۃ ہی تصوف کی رُوح ہے

اس سلسلہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (۴۵) اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (۴۶) اور مدد لو صبر اور نماز سے اور بیشک وہ نماز دُشوار ضرور ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہے، اُن پر کچھ دُشوار نہیں، اور خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اس کا کہ وہ بیشک ملنے والے ہیں اپنے رب سے اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں (آسان تفسیر)۔

یعنی نماز بھاری ہے، گراں ہے، دُشوار تر ہے مگر ان لوگوں کیلئے بہت آسان ہے، بلکہ لذیذ ہے جو خاشع ہیں، یہاں خاشعین سے موقنین مراد ہیں جو اطاعت کرنے والے ہیں، اسی لئے خاشعین کی ایک تفسیر میں فرمایا گیا وَالْمُصَلِّيْنَ اور اصل خشوع سکون واطمینان ہے اور خاشع ساکن الیٰ طاعۃ اللہ تعالیٰ ہے، گویا اب آپ کو یہ سمجھنا آسان ہے کہ آیت دُوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے اور یہاں یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ خاشع کون ہیں، فرمایا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو اللہ پاک سے ملاقات کرنی ہے اور اُنہیں کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ خشوع کیسے حاصل ہوتا ہے، جب انسان یہ مراقبہ کرتا ہے کہ لقاءِ ربِ حق ہے اور یقیناً رب کے سامنے پیش ہونا اور اپنے اعمال کا پیش کرنا ہوگا اور وہاں سب کچھ سامنے آجائے گا، تو اب اس بندۂ خدا کی کیا کیفیت ہوگی جس کو ہر دم اپنے رب کے حضور رُجوع کا خوف دامن گیر رہتا ہو، پھر اس کے دل کی کیا کیفیت ہوگی، ہمارے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھیؒ نے ایک جگہ اپنے وعظ میں فرمایا: خشوع دل کے پگھلنے کا نام ہے اور پھر یہ شعر پڑھا۔ ؎

دارُ العلوم رُوح کے جلنے کا نام ہے
دارُ العلوم رُوح کے پگھلنے کا نام ہے

حوالے جات: القرآن الکریم، آسان تفسیر۔

صدائے حدیث

مروّجہ بیاہ شادیوں میں غیر اسلامی طریقے

مولانا مفتی محمد احسان صاحب
مدرس حدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

شادی بیاہ تقریباً سبھی کے یہاں ہوتے ہیں، اکثر لوگ بحمد اللہ لڑکے لڑکی والے ہیں، نکاح کی تقریبات کے موقع پر رسم ورواج کی پابندیاں کرنے کی وجہ سے جو پریشانیاں ایک شخص کولاحق ہوتی ہیں وہ دوسرے شخص کو بھی لاحق ہوتی ہیں، لہذا کیوں نہ مل کر اس کا بہترین اور آسان حل تلاش کیا جائے، عصر حاضر کے بے ضرورت لوازمات اختیار کرنے کی وجہ سے تقریباً ہر شخص ایک اضطراب وپریشانی میں مبتلا ہے، مگر ہر شخص ان تکلیفوں کو خوشی سے برداشت کئے جارہا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی عزت عزیز ہے، خواہ غریب آدمی ہو یا امیر، آدمی چھوٹا ہو یا بڑا، ذمہ دار ہو یا غیر ذمہ دار ہر ایک اپنی پوزیشن بنانے یا باقی رکھنے کیلئے ان تمام غیر ضروری رسوم کو اختیار کرتا ہے، جو شادیوں کا ایک جز بن چکی ہیں، معاشرہ میں سمجھدار لوگوں کی کمی نہیں بحمد اللہ علماء، صلحاء، اتقیاء، حکماء، دانشوران قوم موجود ہیں مگر سبھی اپنی حیثیت برقرار رکھنے کی مجبوری سمجھ کر رسم ورواج کے سامنے سپر ڈال دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے اس سلسلہ میں ہماری کوئی رہنمائی نہیں کی، یا پھر تعلیمات، ہدایات موجود ہوں تو ہم ان کو اختیار کرنے سے عاجز ہیں، اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ رسوم ورواج کی قباحت، شناعت کو عمومی سطح پر اجاگر کیا جائے، تمام لوگوں کو غیر اسلامی طریقوں کے نقصانات سے آگاہ کیا جائے اور گھروں کی عورتوں کے درمیان بھی اسلامی تعلیمات وہدایات کے تذکرے کئے جائیں، رسوم ورواج کے نقصانات کو خوب اچھی طرح دل ودماغ میں بٹھایا جائے، حضرت اقدس تھانویؒ نے اس سلسلہ میں بڑی زبردست کوشش کی تھی، بیانات بھی کئے اور کتابیں بھی شائع کیں، اصلاح الرسوم، بہشتی زیور، اغلاط العوام وغیرہ کتابیں اسی کی شاہ کار ہیں، فی الحال جو برائیاں پیش نظر ہیں ان میں شادی کے موقع پر سنت وشریعت کو چھوڑ دینا ہے جس کی وجہ سے ہم غضب الٰہی کے مستحق ہورہے ہیں، ممنوعات شرعیہ، رسوم ورواج کا ارتکاب کیا جارہا ہے، اسلامی طریقے مٹ رہے ہیں، فضول خرچی، بے پردگی، غیروں کی مشابہت، اختلاط مع النساء، ویڈیو گرافی، رقص وموسیقی، نمود ونمائش، شہرت طلبی جیسے مفاسد نے اپنا دائرہ بہت وسیع کرلیا ہے اکثر مسلم گھرانوں پر ان برائیوں کے سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں، لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام ذمہ داران قوم خصوصاً علماء اس سلسلہ میں قوم کو متوجہ کریں، برادری وار کمیٹیاں بنا کر سدھار کی کوشش کریں، ورنہ وہ وقت دور نہیں کہ خداوند قدوس اسلام کی ناقدری کی وجہ سے ہمیں محروم کر کے دوسروں کو نوازنہ دے اور پھر وہ ہم جیسے ناقدرے نہ ہوں۔

جب رشتہ طے کریں تو کس چیز کو دیکھنا چاہئے؟

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ تنکح المرأۃ لاربع لما لھا و لحسبھا و لجمالھا و لدینھا

فاظفر بذات الدین تربت یداک متفق علیه (مشکوۃ شریف رص ۲۶۷؍ج۲)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا عورت سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے:

(۱) اس کی مالی حیثیت کو دیکھ کر (۲) اس کے خاندان کی بلندی اور اعزاز کی وجہ سے (۳) اس کے حسن وجمال اور خوبصورتی کو دیکھ کر (۴) اس کی دینداری، اخلاق حمیدہ کو دیکھ کر۔

تم دینداری، اخلاق کی عمدگی کو ترجیح دو، تمہاری زندگی خوشحالی کے ساتھ گذرے گی، لہذا آج کل جو لوگ مالداری کو دیکھتے ہیں کچھ لوگ اونچے خاندان میں شادی کرنا باعث عزت سمجھتے ہیں، اکثر نوجوانی، خوبصورتی پر مرتے ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم دینداری کو اختیار کرو اگر اپنی زندگی میں دائمی چین سکون، راحت واطمینان، عزت، برکت چاہتے ہو تو سیرت کو دیکھو مال وجمال، خاندان کو نہ دیکھو

حسن صورت چند روزہ حسن سیرت مستقل　　　اِس سے خوش ہوتی ہیں آنکھیں اُس سے خوش ہوتا ہے دل

پیغام دینے کا اسلامی طریقہ

عن جابرؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا خطب احدکم المرأة فان استطاع ان ینظر الی مایدعوه الی نکاحها فلیفعل رواه ابو داؤد۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو اگر نکاح کیلئے مطلوبہ لڑکی کو دیکھ سکتا ہو تو ضرور ایسا کرے۔

مسئلہ: چنانچہ مرد کیلئے مخطوبہ (جس لڑکی سے شادی کرنا ہے اس) کا چہرہ ہتھیلی دیکھنا جائز ہے، یہ دونوں ستر میں نہیں ہیں (شرح مسلم رص ۴۵۶؍ج۱)۔

مذکورہ بالا حدیث میں یہ قید لگائی گئی ہے کہ اگر مطلوبہ لڑکی کو دیکھنا ممکن ہو تو ایسا کر لینے میں کوئی حرج نہیں، اس سے پتہ چلا کہ اگر کسی خاندان، گھرانے میں اس کو عیب سمجھا جاتا ہو یا دیکھنے دکھانے سے دوسرے نقصانات پیدا ہوتے ہوں تو پھر دوسرے قابل اعتبار طریقوں کو اختیار کرنا چاہئے، مثلاً لڑکے کی والدہ بہن بھائی وغیرہ جا کر دیکھ کر آئیں اور لڑکے کو پوری صورتِ حال سے آگاہ کر دیں، اس سلسلہ میں موجودہ دور میں جو قباحتیں اور برائیاں شروع ہوئی ہیں وہ قابل ترک ہیں، مثلاً لڑکی دیکھنے کیلئے درجنوں آدمی مرد عورت گاڑیاں بھر کر جاتی ہیں پہلے سے بذریعہ فون اطلاع کر دی جاتی ہے، زبردست ان لوگوں کیلئے خاطر داری، مہمان نوازی کا انتظام کیا جاتا ہے، لڑکی پسند آئے یا نہ آئے لڑکی والوں کا خوامخواہ بے حد خرچ ہوتا ہے، لہذا شرعی طریقہ یہ ہے کہ ایک مرد دو عورتیں جائیں، اپنے جانے کی زیادہ شہرت نہ کریں، جن کے یہاں پہونچیں وہ بھی زیادہ شہرت نہ کریں کہ محلّہ کی لڑکیاں عورتیں جمع ہو جاتی ہیں، اگر لڑکی پسند نہ آئی تو خوامخواہ کی

فضیحت ہوتی ہے اور لڑکی کی دل آزاری علیحدہ رہی، لہذا اس سے پرہیز لازمی طور پر کیا جائے، نیز یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اگر کسی دوسرے نے رشتہ ڈال رکھا ہے تو وہاں رشتہ کی بات چلانا منع ہے، حدیث پاک میں ہے ''لا یخطب الرجل علیٰ خطبة اخیه'' (رواہ مشکوۃ)۔

شادی سے ایک یا دو دن پہلے بٹنے کی رسم ادا کی جاتی ہے، اس میں چند خرابیاں ہونے کی وجہ سے شریعت منع کرتی ہے، رزق کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

لڑکا کنبہ قبیلے کی عورتوں کے سامنے برہنہ ہوکر بیٹھتا ہے، اپنے اور غیروں سب کے سامنے ستر کھولنا شرعاً حرام ہے (۲) غیر محرم لڑکیاں عورتیں ہاتھ لگاتی ہیں وہ بھی ناجائز ہے (۳) بعض لڑکے بھی آجاتے ہیں وہ لڑکے بجائے بٹنا ملنے کے لڑکیوں کے ملنا شروع کردیتے ہیں یہ اختلاط مع النساء بھی ناجائز ہے، بعض مرتبہ دیکھا گیا کہ نالی سے چوڑا نکال کر لگادیتے ہیں یہ بدتمیزی ہے۔

منگنی سگائی

جب لڑکا لڑکی والوں کو اور لڑکی لڑکے والوں کو پسند آگئی اب ہونا تو یہ چاہئے کہ بس نکاح کی تاریخ متعین ہوجائے، ہمارے معاشرہ میں غریب ہو یا امیر سب میں ایک رواج چل پڑا ہے کہ پہلے منگنی ہوتی ہے جس کو حضرت تھانویؒ نے قیامت صغریٰ سے تعبیر کیا ہے، اس وقت بھی ایک مرتبہ پھر رشتہ دار جمع ہوتے ہیں، مہمان نوازی و دعوتوں کا اہتمام ہوتا ہے اور بے شمار اخراجات برداشت کئے جاتے ہیں، محلّہ والوں کو جمع کیا جاتا ہے، لڑکے والے بھی کاریں بھر کر جاتے ہیں اور مختلف قسم کے پھل کے جوڑے دیگر اشیاء اور لڑکے کو پیسے جن کی مقدار مختلف ہوتی ہے ۱۱۰۰/ ۵۰۰۰/ ۱۰۰۰۰۰/ یہاں تک کہ بعض جگہ پر جانے والے تمام لوگوں کو جوڑے دیئے جاتے ہیں یہ خوامخواہ کے خرچے ہیں، شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں، فضول خرچی کے دائرہ میں آکر ناجائز ہوجاتے ہیں، لہذا اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ طرفین سے پسندیدگی ہوگئی تو کسی تحریر کے ذریعہ یا معتمد حضرات کے ذریعہ نکاح کی تاریخ پہونچادی جائے، پھر رشتہ طے ہونے اور شادی کے درمیان زیادہ وقت نہ لگایا جائے، دیکھنے میں آیا ہے کہ جب زیادہ وقت درمیان میں گذرتا ہے تو شکوے شکایتیں پیدا ہوکر رشتہ کی بات ختم ہوجاتی ہے اور جو اخراجات کئے ہیں وہ سب بے کار چلے جاتے ہیں۔

نوتہ دینا

بہن اپنے بھائیوں کے پاس نوتنے کیلئے جاتی ہے شادی میں شرکت کیلئے دعوت دیتی ہے اور زیادہ سے زیادہ سامان کا مطالبہ کرتی ہے خواہ بھائی غربت، پریشانی کی حالت میں ہوں، چاہے سودی قرضہ لینا پڑے لیکن بہن کا مطالبہ پورا کرنا ضروری سمجھتے ہیں، سمجھ لینا چاہئے کہ اس طرح زور ڈالکر مطالبہ کرنا شریعت میں منع ہے، حدیث پاک میں ہے لایحل مال امرء مسلم

الا بطیب نفسه کسی مسلمان کا مال بغیر خوشدلی کے جائز نہیں ہے،لیکن آج کل لڑکیوں کو میراث نہیں دی جاتی یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے اس سلسلہ میں بھی بہت غور وفکر کرنا چاہئے اور لڑکیوں کو میراث میں سے ان کا حق دینا چاہئے ،غالباً لڑکیاں اس لئے مختلف طریقوں سے مطالبہ کرتی ہیں جب ان کا حق واجب طریقہ سے ادانہیں کیا جاتا لیکن یہ طریقہ شرعاً مذموم ہے۔

کارڈ چھپوانا

آج کل شادی بیاہ کی اطلاعات دینے کیلئے نہایت دیدہ زیب قیمتی کارڈ چھپوانے کا رواج عام بن گیا ہے خوامخواہ اطلاعات میں ہزاروں روپیہ فضول خرچ کیا جاتا ہے،عام سادہ کارڈوں سے کام چل سکتا ہے تو ریاءنمود ونمائش کرنا عبث ہے اور قابل ترک ہے۔

لڑکی کو مایوں بٹھانا

گھر میں برادری اور کنبہ کی عورتیں جمع ہوکر لڑکی کو علیحدہ مکان میں بٹھادیتی ہیں جس کو مائیوں بٹھلانا کہتے ہیں اس میں چند خرابیاں ہیں (۱) یہ لازمی طور پر بٹھلانا خلاف شرع ہے (۲) لڑکی بیمار ہونے کا اندیشہ ہے،گرمی،سردی، اندھیرا کچھ ہو،اگر لڑکی بیمار ہوگئی تو ساری شادی دھری رہ جائے گی (۳) ایک مسلمان لڑکی کو تکلیف دینا اس کی آزادی کو سلب کرنا اور ایذاء مسلم حرام ہے،اس کا گناہ بٹھلانے والوں کو ہوگا،اس دوران بٹنا ملا جاتا ہے جو خلاف شرع ہے۔

جوڑا کھولا جانا

شادی سے تقریباً ایک ماہ قبل لڑکی والوں کی طرف سے ایک آدمی لال خط لیکر تاریخ پر مطلع کرنے کیلئے جاتا ہے اس کی آمد پر بھی اعزا اقرباء،محلّہ پڑوس والے جمع کئے جاتے ہیں،اس وقت بھی حسب موقع کھانا یا ناشتہ اور مٹھائی کا انتظام کیا جاتا ہے،جوڑا لانے والے کو انعام دیا جاتا ہے،امام صاحب یا کوئی معزز آدمی اس لال خط کو پڑھتے ہیں،اس لال خط میں ۱۰۰ ؍روپئے وغیرہ بھی رکھے جاتے ہیں جو پڑھنے والے کو دیئے جاتے ہیں،پھر جوڑا ایک طشت میں رکھ کر لوگوں کے ہاتھوں میں گھمایا جاتا ہے یہ جوڑا کھولے جانے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے،مندرجہ ذیل چند خرابیوں کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(۱) شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے (۲) بلاوجہ فضول خرچی کی جاتی ہے (۳) امام صاحب کو اگر خط کے پیسے بھیجنے یاد نہ رہے تو اعتراض کیا جاتا ہے (۴) جوڑے میں کوئی کمی نکل آئے تو غیبتیں،برائیاں شروع ہوجاتی ہیں (۵) جوڑا لانے والے کی حسب حیثیت اعزاز واکرام،خاطر تواضع نہ کی گئی یا اس کو حسب منشاء انعام سے نہ نوازا گیا تو شکووں شکایتوں کا باب کھل جاتا ہے لہذا مذکورہ بالا وجوہات کی بناپر یہ رسم بھی ناجائز ہے۔

☆☆☆

شخصیات قسط(۲)

علماء حق کی ایک اور کڑی

(حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ)

ابوسعد رشیدی ندوی
استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

فیاضی وخیرات

جب سے ممدوح نے ہوش سنبھالی اور تعلیم وتعلم میں مشغول ہوئے تو اسی وقت سے جوڑ توڑ میں لگے رہتے تھے بالآخر اللہ پاک نے آپ کو ہر طرح سے نوازا تھا، آپ جس طرح اپنے اہل خانہ کو اپنے ہاتھ سے کمائی ہوئی حلال وپاک روزی کھلاتے پلاتے ویسے ہی آپ محروموں، سائلوں، غرباء ومساکین، بیواؤں پر خطیر رقم صرف فرماتے، ادارہ کے عملہ میں اگر کسی کو سخت ترین حالات سے گزرتا ہوا محسوس کرتے تو اس کا خوب دل کھول کر تعاون فرماتے، یہ آپ کی دریادلی کی واضح دلیل ہے، تعجب کی بات یہ ہے کہ دوران حیات یہ بات کسی پر بھی منکشف وعیاں نہ ہوسکی آپ کی وفات کے بعد اسکا راز کھلا، اکثر وبیشتر یہی دیکھنے کو ملا کہ دوسروں کی مصائب وتکالیف وآلام کو ہمیشہ اپنی تکلیف پر مقدم رکھتے، خود پریشانیاں برداشت کرتے رہتے دوسروں کو پریشانی میں مبتلا نہ ہونے دیتے۔

وقار وانکساری

آں ممدوح بہت ہی سنجیدہ طبیعت اور منکسر المزاج بزرگ تھے، چہرہ پر بڑا زبردست رعب تھا، لوگ آپ کے حلقہ میں اس سکون وسکوت واطمینان کے ساتھ بیٹھتے تھے گویا ان تمام پر کسی بادشاہ وقت کا رعب طاری ہے۔

یہاں یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ یہ وقار اور رعب مغرورانہ متکبرانہ وخود پسندانہ تھا یا ایسا کہ لوگ بات کرتے ہوئے ڈریں کسی کو کچھ کہنے کی جرأت ہی نہ ہو کوئی زبان ہی نہ کھول سکے اور کھولے تو وہ مورد غضب وجلال بن جائے، یہ محض وقار اور ادب کے مظاہر تھے، بسا اوقات اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں آکر کوئی بات کہتا یا کوئی رائے دیتا تو آپؒ اس کی بات پر مکمل توجہ فرماتے اس کی بات کو غور سے سنتے اور اس کے دلی جذبات کی قدر فرماتے، کہنے والا شخص چھوٹا ہوتا یا بڑا ہر ایک کے ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آتے۔

حقیقت میں آپؒ بے حد وحساب منکسر المزاج اور انتہائی متواضع انسان تھے ہر کس وناکس سے

بے تکلفی سے بات چیت فرمالیا کرتے اورنہایت تواضع کے ساتھ ملتے گویا اس بات کا پورالحاظ وخیال تھا کہ اللہ جل شانہ متکبرین سے محبت نہیں فرماتے ،اوراس کے برعکس متواضعین سے محبت ہی نہیں بلکہ ان کو بلندیوں ودرجات عالیہ پرپہونچادیتے ہیں،جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے:**من تواضع لله رفعه الله ومن تكبر وضعه الله**(کنزالعمال)۔

بکثرت واردین وزائرین قدم رنجہ ہوتے رہتے ،سبھوں سے انتہائی عاجزانہ انداز میں ملتے اورخوب خدمتی پہلوان کے سامنے پیش فرماتے ،راقم السطور جب دارالعلوم ندوۃ العلماء میں متعلم تھا تواس دوران ایک مرتبہ حضرت کی موجودگی میں مادرعلمی جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں حاضری کا موقع ہواحضرت ممدوحؒ سے ملاقات ہوئی وہاں کی تعلیم وغیرہ کے بارے میں معلومات کی چنانچہ بعد میں حضرت نے فرمایا کہ دوپہر میں کھانا میرے ساتھ میں کھانا ہے میں نے تمہاری آمد کی اطلاع گھر پرکرادی ہے،بوقت دوپہر کھانا دفتر اہتمام میں منگوایا اورکھلانا شروع فرمایا میں بڑے ادب واحترام کے ساتھ ڈرتا ڈرتا کھانے لگا تو حضرت الاستاذؒ نے محسوس فرمایا کہ یہ کچھ خوف سا محسوس کررہا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ کھاتا کیوں نہیں؟ یہ تو تیرے لئے ہی پکوایا ہے اوردسترخوان پررکھی ہوئی اشیاء خوردنی کو بندہ کے سامنے رکھنے لگے ،دہی ،کھچڑی ،سالن اوردیگر چیزیں خوب کھلائیں جب کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مہمان کے لئے تمام چیزیں پیش کردی جائیں اوراس کے سامنے رکھدی جائیں وہ جتنا چاہے کھالے اورجتنا چاہے ترک کردے ،لیکن عام طورپر یہی دیکھنے میں آتا تھا کہ کھانے کے دوران دوسروں کا مکمل خیال فرماتے تھے یہ وہی شخص کرسکتا ہے جوواقعتاً متواضع ومنکسر المزاج ہو ہر شخص یہ کام ہرگز نہیں کرسکتا۔

کیفیت عشق الٰہی

جہاں آپؒ دینِ اسلام کی بہر نوع خدماتِ جلیلہ انجام دیتے رہتے اوردین اسلام کے قلعہ کی تعمیر وترقی کی فکر میں رہتے اوراس کے تمام امورکو عمدہ سے عمدہ بنانے کی فکر میں رہتے اوردین کی نشرواشاعت میں مشغول رہتے ،وہیں آپ عشق الٰہی میں شرابور رہتے ہر وقت زبان ذکرالٰہی سے جاری رہتی ،وہیں آپؒ سہر اللیالی میں وقت طویل صرف فرماتے ،کافی لمبے وقت تک قیام اللیل فرماتے تھے ،رات کی تنہائیوں میں رب قدیر سے مناجات فرماتے ،صلوۃ تہجد میں مشغول رہتے اورفراغت تہجد کے بعد بارگاہِ ایزدی میں خوب روتے اورخوب دعائیں فرمایا کرتے تھے ،دین وشریعت کی بقاء وتحفظ میں ہمہ وقت منہمک ومشغول رہنا دین کی نشرواشاعت کی لگن وکڑھن دل ودماغ میں رچانا بسانا ،اسلامی جیل

ونسل کے عقائد ومذاہب کی فکر دامن گیر رکھنا کتاب وسنت کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن گوش رہنا،خلق خدا کی خدمت میں متار رہنا یہ سب ایسے امور ہیں جو عشق الٰہی پر دال ہیں یہ سب باتیں آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

کاتب الحروف نے تقریباً دس سال تک آپ کو تہجد میں روتے اور دعائیں کرتے دیکھا ہے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ بوقت رات کسی کو بھی بیدار نہ فرماتے مقصد یہی ہوتا کہ کسی کو خبر نہ ہو اور ریا وشہرت نہ ہو جائے، شہرت وسمعت سے دُور بھاگتے تھے، اپنے کارناموں کا اظہار نہیں فرمایا کرتے تھے ہر امر کو اکثر وبیشتر مخفی رکھا کرتے تھے تاکہ نام ونمود سے محفوظ رہ سکیں، اللھم ارزقنا اتباعہ۔

کیفیت عشق رسول ﷺ اور وقت رحلت

رسول مقبول ﷺ سے اس قدر عشق تھا کہ دن کے اکثر اوقات میں درود پاک کا ورد فرماتے تھے، آپ ﷺ پر درود پڑھنا آپ کے عشق کی دلیل علامت وعلت ہے، راقم الحروف نے کئی سنین تک مشاہدہ کیا کہ آپ کے پاس شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کا تیار کردہ سوصلوۃ وسلام کا مقبول وظیفہ نامی کتابچہ ہوا کرتا جس کو آپؒ دن میں دو مرتبہ پڑھا کرتے تھے جبکہ آپ پر ضعف وپیرانہ سالی حد درجہ طاری تھی، آپ ادارہ کی ہر وقت فکر وکڑھن، طلبہ کی نگرانی، نمازوں میں طلبہ کی غیر حاضری پر گرفت، تعمیر وترقی کے متعلقات پر ہر وقت نگاہ رکھتے تھے، ان سب امور کی ادائیگی کے باوجود جو شخص اتنا زیادہ درود شریف پڑھ رہا ہو تو اس کے عاشق رسول ﷺ ہونے میں کیا شک ہے؟۔

اسی ضعف کے زمانہ میں ایک مرتبہ سفر حج پر گئے مکہ مکرمہ زادھا اللہ عزا وشرفا کے تمام امور سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ گئے وہاں عبادت وریاضت میں ہمہ وقت مشغول رہے آپ بکثرت روضہ اطہر ﷺ پر جاکر لمبے وقت تک کھڑے ہو کر درود پاک پڑھتے تھے، ایک دن ایک شرطی (پولیس والا) آیا اور کہنے لگا کہ آپ بیٹھ جائیے آپ اتنی دیر تک کیوں کھڑے رہتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ آپ ﷺ پر صلوۃ وسلام پڑھتا ہوں اس نے کہا آپ بیٹھ جایا کیجئے آپ نے فرمایا کہ بیٹھ کر اچھا نہیں لگتا آخر کار اس نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا**، لیکن آپ کی محبت ومودت کا یہ عالم تھا کہ کھڑے ہونے کی حالت میں درود شریف پڑھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جس وقت آپ کے آنے کا ارادہ ہوا تو خواب میں رسول اکرم ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ شریف احمد کہاں جا رہے ہو؟ یہیں پر رہو لیکن بوجہ مجبوری آپ انڈیا تشریف لے آئے، بالآخر مرض الوفات میں جب آپ ہاسپٹل میں زیر علاج تھے اور آپ کا آخری وقت آن پہونچا تو رسول مقبول ﷺ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا

کہ اے شریف احمد ہمارے پاس آجاؤ چنانچہ بوقت صبح ۸/اور ۹/کے درمیان آپ اس دنیاء دنی سے حیات جاودانی کی طرف کوچ فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ضیافت ومیزبانی

عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال : من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیصل رحمہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا او لیصمت ((رواہ البخاری ومسلم)۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد عالی پر بہت زیادہ عمل تھا، یہی وجہ ہے کہ کوئی مہمان کسی بھی جگہ سے کسی بھی وقت آجاتا تو اس سے قطعاً انحراف نہ فرماتے، ہر آنے والے کی خدمت کرنا باعث سعادت تصور فرمایا کرتے تھے، بہت سے اسفار کے دوران، بہت سے افراد سے ملاقات کے بعد اندازہ ہوا کہ حضرت نے اس شخص کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہوگا کہ جو حضرت والا سے اس قدر والہانہ تعلقات کا اظہار کررہا ہے، اکثر حضرات کی زبان سے یہی سنا کہ ہمارے ساتھ حضرت نے بہت عمدہ معاملہ کیا کبھی دُور دراز سے کسی مہمان کی آمد کی اطلاع آتی تو اسکے لئے حتی المقدور کھانے پکواتے اور خود اس کی آمد سے قبل کھانا تناول نہ فرماتے بسا اوقات ایک لمبا عرصہ گزرجاتا، اہل خانہ اصرار کرتے رہتے کہ آپ کھانا کھالیتے جب وہ آئیں گے کھالیں گے، لیکن آپ بالکل آمادہ نہ ہوتے، رات میں آرام کے وقت رسیور کو اپنے قریب رکھ کر سوتے تھے، بایں وجہ کہ اگر رات میں کسی کے آنے کی اطلاع ہوجائے تو اس کے لئے قیام وطعام کا انتظام کیا جاسکے اور آنے والے کو کسی طرح کی کوئی دشواری نہ ہو جب سے حضرت والاؒ نے اسفار میں جانا بند کیا اور جامعہ میں قیام فرمانے لگے تو ماہ رمضان المبارک میں مختلف مدارس کے وہ سفراء جن کا حلقہ گنگوہ ہوتا تو وہ سب آرام کے لئے جامعہ میں تشریف لاتے، ان کے کھانے پینے اور آرام کا انتظام حضرتؒ ہی فرمایا کرتے، چنانچہ دفتر اہتمام سے متصل وسیع ہال میں ان کے لئے بستر برائے استراحت لگواتے اور ان کا مکمل خیال فرماتے، نیز اعانت وامداد بھی فرماتے، وہ حضرات خوش وخرم ہوکر آپ کے پاس سے لوٹتے، مہمان نوازی وسخاوت بہت اونچا عمل ہے یہ سعادت ہر کس وناکس کے حصہ میں نہیں، شریعتِ مطہرہ میں مہمانوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کا حکم وارد ہوا ہے، کتاب وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو مقامِ خلت اسی صفتِ حسنہ کی وجہ سے عطا کیا گیا، بعض روایات میں آیا ہے کہ آپؑ مہمان کی خدمت بذات خود فرمایا کرتے تھے۔ افادات (شرح ترمذی سے ماخوذ)

افادات (شرح ترمذی سے ماخوذ)

باب ماجاء من الرخصة فی ذٰلک

[طلباء کے لئے]

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب نقشبندی
محدث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نستقبل القبلة ببول فرأيته قبل ان يقبض بعام يستقبلها کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں پیشاب میں استقبال قبلہ سے منع فرمایا تھا مگر میں نے آپ کو وفات سے ایک سال قبل استقبال کرتے دیکھا ہے اس میں صرف استقبال کا تذکرہ ہے حالانکہ یہ روایت بیہقی میں بھی ہے اس میں ممانعت استقبال کے ساتھ استدبار کی بھی ہے الفاظ یہ ہیں **ان نستقبل القبلة او نستدبرها بفروجنا اذاهرقنا الماء**۔

قوله ببول اور بعض روایات میں **او بغائط** اگرچہ یہاں ایک پر اکتفاء کیا گیا ہے مقصود دونوں ہی ہیں جیسے **سرابیل تقیکم الحر** میں حر و برد دونوں ہی مراد ہیں اس حدیث شریف سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو قضاء حاجت کے وقت استقبال واستدبار کے صحراء اور عمران جواز کے قائل ہیں اور یہ لوگ ممانعت والی روایات کو منسوخ کہتے ہیں اس روایت کو ناسخ مانتے ہیں، حافظ ابن حجر نے تلخیص میں جواب دیا ہے کہ اس سے استدلال کرنے میں نظر ہے کیونکہ ایک فعل ہے جسکا عموم نہیں **حكاية فعل لاعموم لها** ممکن ہے کہ عذر کیوجہ سے ہو، علامہ ابن قیم نے فرمایا تہذیب سنن ابی داؤد میں حدیث جابر میں محمد بن اسحٰق منفرد ہیں اور محمد بن اسحٰق احکام میں لائق استدلال نہیں ہیں، خاص کر اس وقت جبکہ صحیح صریح روایات ان کی روایات کے خلاف ہوں، اگر یہ صحیح مان لیں تو فقط ایک فعل ہے جسکا عموم نہیں ہے (المنہل رص ۵۸رج ۱رو کذا فی تحفۃ الاحوذی رص ۲۱رج ۱)۔

قال ابو عیسی حدیث جابر فی هذاالباب حسن غریب غریب محمد بن اسحٰق کے انفراد کی وجہ سے ورنہ حسن کے مرتبہ کی ہے امام فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن لہیعہ نے بھی نقل کیا ہے مگر اس سے یہ بہتر ہے اور پھر اس کی سند لاتے ہیں آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے نام عبداللہ ہے بن لہیعہ بن عقبہ الحضرمی المصری آپ بلد مصر کے قاضی تھے عالم اور محدث تھے، اصل میں حضر موت کے تھے پھر آپ نے مصر میں سکونت اختیار کرلی تھی،

عطاء بن ابی رباح، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، عمرو بن شعیب، جیسے لوگوں سے علوم حاصل کئے وسیع علم کے باوجود اچھے ضابط نہ تھے، آپ مختلف فیہ متکلم فیہ راوی ہیں بعض علماء نے تعریف کی ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کثرت حدیث اور اس کے حفظ وضبط میں مصر میں عبداللہ ابن لہیعہ جیسا کون ہے، علامہ ذہبی کہتے ہیں مجھ سے اسحاق بن موسٰی نے بتایا کہ وہ ان سے ۱۶۴ میں ملا تھا اور ۱۶۹ھ میں ان کی کتابیں جل گئی تھیں، سعید بن ابی مریم نے کہا کتابیں نہیں جلی تھیں وہ تو ایسے ہیں ضعیف ہیں، سفیان ثوری نے فرمایا ہے ہمارے پاس فروع ہیں اور ان کے پاس اصول ہیں، امام یحی بن معین نے فرمایا کہ ایسے قوی نہیں تھے، امام ابوزرعہ سے معلوم کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ان کا اول وآخر سب خراب ہے (تذکرۃ الحافظ رص ۱۹۵ رج ا) ۱۷۴ میں انتقال ہوا ہے (تقریب التہذیب رص ۱۸۶) صدوق (تہذیب التہذیب رص ۳۲۷ رج ۵)۔

بقول عالی مقام امام ترمذیؒ ابن لہیعہ کو یحی بن سعید قطان نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یحی بن معین نے فرمایا لیس بقوی قال مسلم ترکہ وکیع ویحی القطان وابن مہدی کذافی الخلاصۃ علامہ ذہبی نے ''میزان الاعتدال'' میں طویل کلام کیا ہے، حافظ نے طبقات المدلسین میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن لہیعہ الحضرمی مصر کے قاضی تھے عمر کے آخری دور میں اختلاط ہوگیا تھا، ابن حبان نے کہا ہے کہ آپ صالح ہیں لیکن تدلیس کرتے تھے ابن لہیعہ علم وفضل میں بڑے مقام پر ہیں مگر ان کی کتابیں جلنے کی وجہ سے انسے نقل کرنے میں خطا ہوجاتی ہے مطلق ضعیف نہیں ہے اور ایسے میں محدثین کی روایت قبل احتراق کتبھم معتبر ہے ایسے ہی وہ محدثین جو اختلاط کرتے ہیں اختلاط سے قبل ان کی احادیث معتبر ہیں، امام بخاریؒ حضرت حمیدیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ یحی بن سعید، ابن لہیعہ کو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے ابن المدینی کہتے ہیں عبدالرحمان بن مہدی سے نقل کرتے ہوئے لااحمل عنہ قلیلا ولا کثیرا نعیم بن حماد کہتے ہیں کہ میں نے ابن مہدی کو کہتے سنا ہے **لا اعتدُّ بشئیٍ سمعته من حديث ابن لهيعه اِلَّاسِماعَ ابن المبارک** ونحوہ ابوالطاہر بن السرح کہتے ہیں کہ میں نے ابن وہب کو سنا تو بڑی تعریف کرتے ہیں ابن لہیعہ کی **واللہ الصادقُ البارُّ عبدالله بن لهيعة** احمد بن صالح نے تعریف کی ہے **وکان من خیار المُتقِنینَ** سے تعبیر کیا ہے (تہذیب التہذیب رص ۳۳۰)۔

الغرض ابن لہیعہ کے بارے میں دو قسم کے خیالات ہیں اس لئے نہ تو وہ بالکل ضعیف کہے جاسکتے ہیں اور نہ بالکل معتبر ہی لہذا جب وہ منفرد ہوں تو ان کی روایت خود دیکھ بھال کر استعمال کی جائے اور جہاں وہ دوسروں کے

ساتھ شریک ہوں تو وہ اس جگہ معتبر ہے تیسری روایت میں عبدہ ہیں یہ عبدہ بن سلیمان الکلابی ہیں ان کی کنیت ابو محمد ہے الکوفیؒ ہشام بن عروہ، اعمش اور ان کے طبقہ سے نقل کرتے ہیں اور انسے احمد واسحاق، ھناد بن السری ابو کریب اور ایک بڑی مخلوق نقل کرتی ہے امام احمد، ابن سعد، عجلی نے توثیق کی ہے ۱۸۷ھ میں انتقال ہوا ہے۔

عن عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب العمری المدنی فقہاء سبعہ میں سے ہیں علماء اثبات میں سے ہیں امام نسائی نے فرمایا ثقہ ثبت فرمایا ہے ۱۴۷ھ میں انتقال ہوا ہے (تحفہ ص ۲۲)۔

محمد بن یحی بن حبان حبان بفتح الحاء ہے **ابن منقض بن عمر والانصاری التابعی المازنی ابو عبداللہ الفقیہ روی عن رافع بن خدیج وانس وعباد بن تمیم والاعرج وطائفة وروی عنہ الزہری وابن اسحاق ومالک واللیث وثقہ ابن معین وابو حاتم والنسائی والواقدی** ۱۲۱ھ میں وفات ہے (منہل ص:۵۵/ج:۱)۔

واسع بن حبان المدنی روی عن ابن عمر ورافع بن خدیج وعنہ الزہری وابن اسحاق، مالک، واللیث وعنہ ابن حبان وابن اخیہ محمد بن یحی وثقہ ابو زرعہ الرازی وقال العجلیؒ تابعی ثقة۔

رقیت یوماً علی بیت حفصة یہاں رسول کریم ﷺ کا بیت مراد ہے جیسا کہ ابن خزیمہ کی روایت میں ہے **دخلت علی حفصة بنت عمر فصعدت ظهر البيت** اور مسلم شریف کی روایت میں ہے **رقيت على بيت اختي حفصة** اور بخاری اور نسائی شریف کی روایات میں ہے **علی ظهر بیتنا** تطبیق یہ کہ **بیتها** میں اضافت اس اعتبار سے ہے کہ مکان بہن کا ہے اور حفصہؓ کی طرف اضافت سکونت کی وجہ سے ہے اور چونکہ اصل میں ملک ہے رسول اللہ ﷺ کا اس لئے آپ کی طرف نسبت بھی صحیح ہے۔

مستقبل الشام مستدبر الكعبة روایت ابوداؤد میں مستقبل بیت المقدس ہے، اور مقدس تقدیس تفعیل سے ہے جس کو اصنام وغیرہ سے پاک وصاف کر دیا گیا ہو اسی سے ارض مقدسہ ہے ملک شام کے لئے یہ الفاظ بخاری شریف کے ہیں اور صحیح ابن حبان میں **مستقبل القبلة مستدبر الكعبة الشام** واقع ہوا تو وہ مقلوب ہے، ابن حجر نے اس کی تغلیط کی ہے، سوال ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے ایسی حالت میں کیوں دیکھا جبکہ ایسی حالت میں دیکھنا ناجائز ہے۔

جواب: یہ ہیکہ انکا اوپر چڑھنا اتفاقی امر تھا اس مقصد کیلئے ہرگز نہیں تھا بلکہ وہ تو ایک ضرورت کیلئے اوپر چڑھے تھے وہاں انہوں نے یہ دیکھا جس کو انہوں نے نقل کیا ہے علامہ کرمانی کہتے ہیں اس کا بھی احتمال ہے کہ

ابن عمر بالقصد اوپر گئے ہوں مگر انہوں نے صرف رأس مبارک دیکھا اور اعضاء پر نظر نہیں گئی چونکہ روایات میں ہے، آپ نے اپنے سامنے اینٹ لگا رکھی تھی کمافی الطحاوی ر ص ۳۲۴ ر ج ۲ ر تو انہوں نے بالقصد کیا تا کہ ان کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے چنانچہ انہوں نے اس کو نقل کیا ہے (منہل ر ۵۶ ر ج ۱)۔

یہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ (۱) نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو خوب تلاش کرنا چاہئے حتی فیما یطلب اخفاہ (۲) عبداللہ بن عمر کو احوال رسول کریم ﷺ کے جاننے کا کسقدر جذبہ وشوق تھا اس پر بھی صاف دلیل ہے (۳) اسی اشیاء کو عمل واقتداء کیلئے بیان کرنا جائز ہے (۴) آبادی میں استدبار قبلہ کی جانب کرنا درست ہے چنانچہ امام مالک وشافعیؒ اسحاقؒ نے استقبال واستدبار کے جواز پر آبادی میں اس سے استدلال کیا ہے اور یہ حضرات اکابر اس حدیث شریف کو دوسری نہی کی روایات کے لئے مخصص مانتے ہیں جب کہ یہ روایت ان کے مدعاء سے اخص ہے چونکہ انکا مدعیٰ عام ہے اور یہاں صرف استدبار کا ذکر ہے نہ کہ استقبال قبلہ اور دوسری روایات ممانعت کی موجود ہیں اور دوسرے اکابرؒ کے نزدیک قبل النہی پر محمول ہے (۲) نبی کریم ﷺ کی خصوصیت ہے (۳) کسی ضرورت سے آپ نے ایسا فرمایا تھا اور ممانعت عدم ضرورت میں ہے چونکہ فعل کا عموم نہیں ہوتا ہے اور طے شدہ ہے کہ فعل خاص قول عام کے مقابل میں مرجوح ہوتا ہے ممکن ہے کہ یہ عمل بیانا للجواز ہو مگر یہ بعید ہے چونکہ روایت ابن عمرؓ ایک اتفاقی معاملہ ہے اور تفصیل گذر چکی ہے راجح یہ ہے کہ نہی عام ہے صحراء ہو یا عمران ہو چونکہ تعظیم قبلہ بہر حال واجب ہے (منہل ر ص ۵۶ ر ج ۱) (۵) آپ عضو خاص سے منحرف عن القبلہ تھے چونکہ اس میں اصل اعتبار عضو خاص کا ہے چہرہ کا نہیں ہے کما قالہ الشیخ بن عابدینؒ۔

اب یہاں پوری بحث کا خلاصہ سن لیجئے امام ترمذیؒ نے تین روایات ذکر فرمائی ہیں (۱) حدیث ابی ایوبؓ (۲) جابرؓ (۳) حدیث عبداللہ بن عمرؓ، اول کو احناف نے لیا ہے اور دوسری روایات کو ائمہ ثلثہؒ نے لیا ہے، امام اعظمؒ نے علت ممانعت تعظیم قبلہ قرار دی ہے اور اس کو عام رکھا ہے، امام شافعیؒ نے بھی یہ علت ضرور تسلیم کی ہے، مگر انہوں نے آبادی کو نکالدیا ہے، امام احمدؒ نے فعل سے تخصیص کردی، باقی سب کو جاری رکھا ہے (الکوکب الدری) حضرت ابوایوبؓ کی روایت اور ان کی رائے موافق احناف ہے انکا استغفار کرنا دلیل ہے۔

خلاصۂ مذاہب: الجواز مطلقاً، المنع مطلقاً، التفرقة بین الصحراء والعمران، التفرقة بین الاستقبال والاستدبار۔

مضامین

قرآن کریم تزکیۂ نفس کی سب سے بڑی کتاب ہے

مرغوب الحق گنگوہی

بقول حجۃ اللہ فی الارض، ناطق دوراں، حکیم الامت، مجدد الملت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دھلویؒ کے نزولِ قرآن کریم سے مقصود اصلاح نفوس بشریہ کی تہذیب ہے اوران کے باطل عقائد اور فاسد اعمال کی تردید ہے، اس لئے آیاتِ مباحثہ میں نزول کیلئے مکلفین میں عقائدِ باطلہ کا وجود اور آیاتِ احکام کیلئے ان میں اعمالِ فاسدہ اور مظالم کا شیوع اورآیات تذکیر کے نزول کیلئے ان کی غفلت اورتذکیر بایام اللہ کیلئے موت اور مابعد الموت کی ہولناکیاں بیان کرنے کی وجہ اور سبب بنے۔

یہ کلام حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ایک جامع ترین کلام ہے جس کا خلاصہ بالکل آسان اورعام فہم زبان میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ اللہ نے قرآن پاک کوانسانوں کی طہارت اورصفائی ستھرائی اور پاکیزگی و پرہیزگاری کیلئے نازل فرمایا، جوان کوعقائدِ باطلہ اوراعمال فاسدہ سے نجات دلائے اور باطل عقائد کی غلاظت اور اعمالِ فاسدہ کی نجاست سے پاک وصاف کرے۔

اسی کے پیش نظر اچھے عقائد (ایمانیات، توحید، ایمان باللہ، وایمان بالرسل، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، ایمان بالیوم الآخر، ایمان بالجنۃ والنار وغیرہ کی تعلیم فرمائی اوراعمالِ فاسدہ کے مقابلہ احکاماتِ شرعیہ الٰہیہ عبادات کی طرف متوجہ فرمایا اور برے اعمال سے منع فرمایا اوران کے کرنے پر وعیدات، عقوبات، حدود وغیرہ نازل فرمائی، ظلم وجور کے مقابلہ عدل وانصاف کا حکم دیا، قصاص وکفارات وغیرہ نازل فرمائے اورغفلت وسستی دُور کرنے کے لئے وعظ ونصیحت، مواعظ وحکم اُتارے اورایام اللہ انعاماتِ الٰہیہ اورعذاباتِ الٰہیہ کی ایک بڑی تاریخ اور واقعات وقصص بیان کئے، یہ سب انسان کومتقی وپرہیزگار، نیک صالح بناتا ہے، پاک وصاف بناتا ہے، مطیع وفرمانبردار بناتا ہے، صالح انسان بناتا ہے اورشریف الطبع وکریم المزاج بناتا ہے، اعتقادات، عبادات، اعمال، معاملات واخلاق حسنہ پراُبھارتا ہے، اسی کا نام تصوف ہے، اسی کا نام تزکیہ ہے، اسی کا نام احسان ہے، اسی کا نام تربیت ہے، اسی کا نام اعمالِ صالحہ ہے، اسی کا نام ذکروفکر ہے، اسی کا نام استقامت ہے، اسی کا نام رُوحانیت ہے، اسی کا نام نورانیت ہے،

اسی کا نام عشقِ الٰہی ہے، اسی کا نام ادبِ ربانی ہے، اسی کا نام تہذیبِ نفس ہے، اسی کا نام تقویٰ ہے، اسی کا نام ایمانی کیفیت ہے، اسی کا نام رُوحانی مزہ ہے، اسی کا نام ہدایتِ خاصہ ہے، اب دیکھئے پورا قرآن آپ کو تصوف اور تزکیہ کی کتاب محسوس ہوگی، یہاں نمونہ کے طور پر چند باتیں لکھی جاتی ہیں اور یہ اس کی فقط تمہید ہے۔

تزکیۂ نفس پر دلالت کرنے والی آیات تو بہت ہیں مگر یہاں پر چند لکھی جاتی ہیں:

(۱) سورۂ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا قسم ہے سورج کی اور اسکی روشنی کی، اس سورت کا موضوع ہی نفس انسان ہے اور ان کی فطرت جس پر اس کی جبلت ہوئی، خیر ہو یا شر۔

اس سورتِ مقدسہ میں سات قسموں کے بعد باری تعالیٰ عز اسمہ نے فرمایا: **قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (سُوْرَةُ الشَّمْسِ، ۹)** تحقیق کہ کامیاب ہے، وہ انسان جس نے نفس کو پاک کیا تقوی سے، ایمان سے، صالح اعمال سے، صالح عقائد سے، صالح اخلاق سے، اللہ پاک تو بغیر قسم کے بھی سچے ہیں، اللہ سے زائد سچا کون ہوگا، پھر ایک قسم نہیں بلکہ ۷/ قسمیں کھا کر فرماتے ہیں کہ وہ شخص کامیاب ہوگا جو نفس کا تزکیہ کرے گا، پھر بھی انسان اس کو نہ مانے تو اپنا انجام سوچ لے کیا ہوگا، بلکہ باری عز اسمہ نے بتلا دیا **وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (سُوْرَةُ الشَّمْسِ، ۱۰)** وہ ناکام ونامراد ہے جس نے اس کو خراب کیا، ہلاک کیا، برے اعمال سے، اس سے تزکیۂ نفس کی زبردست اہمیت وحیثیت وعظمت سمجھ میں آتی ہے اور یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اس کا منکر قرآن پاک کی اس آیت کی رُو سے خائب وخاسر ہے جس کو باری تعالیٰ کی قسموں کا بھی بھروسہ نہیں ہے، **اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ** اگرچہ اس کا بڑا مصداق کافر ہے مگر عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ میں مبتلا ہر شخص ہے درجہ بدرجہ اس کا مصداق ہے **اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا منه، دَسّٰهَا** کے معنی ہیں **اَهْلَكَهَا وَاَضَلَّهَا وَحَمَلَهَا عَلَى الْمَعْصِيَةِ،** تدسیس کے معنی ہیں کسی چیز کو چھپانا **اِخْفَاءُ الشَّيْءِ** (کذا فی البغوی رص:۴۹۳رج:۴)۔

(۲) سورۂ اعلیٰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى یقیناً کامیاب ہے وہ شخص جس نے تزکیہ کیا اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی، اس میں شرک وکفر وبدعت ومعصیت سے بچنا بھی داخل ہے اور وہ اعمال صالحہ بھی جن سے تزکیہ ہوتا ہے زکوۃ اور صدقۂ فطر وغیرہ بھی، حسن بصریؒ سے جو تفسیر منقول ہے وہ ہے **مَنْ كَانَ عَمَلُهُ زَاكِيًا** یعنی جس کا عمل پاک وصاف ہو، جس میں قلب وقالب کا تزکیہ شامل ہو جاتا ہے۔

اور ذکر اور نماز بھی اس کے ساتھ ضروری ہے اور تکبیراتِ عید اور نمازِ عید جیسے اعمال بھی اس میں داخل

ہیں، کیونکہ تزکیہ کیلئے جس طرح اخلاق کا پاک وصاف ہونا، عمدہ ہونا ضروری ہے، اسی طرح ظاہرِ شریعت کے اعمال بھی ضروری ہیں، شریعت کی اتباع اور سنتِ مطہرہ کی اتباع کے بغیر تزکیہ نفس کا اسلام میں تصور بھی نہیں ہے اور دونوں کو الگ الگ سمجھنا بھی غلطی ہے۔

(۳) سورۂ عبس کا نزول ہی اس وجہ سے ہوا کہ ایک مخلص ترین انسان تزکیۂ نفس کیلئے رسول پاک ﷺ کی مجلس شریف کا قصد کر رہا ہے اور آپ محوِ کلام ہیں جن میں اس دور کے صنادید قریش اور بڑے لوگ تھے، یہ شخص اعمٰی ہے، رسولِ پاک ﷺ نے یہ خیال فرمایا کہ یہ صنادیدِ قریش کہیں گے کہ ان کے متبعین اعمٰی، عبید اور سفلہ ہیں، یعنی نابینا، غلام، چھوٹے لوگ ہیں، لہذا ان سے اعراض فرمایا اور ان سے ہم کلام رہے، اس پر اللہ پاک کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی، اس کے بعد ہمیشہ ان کو مرحبا فرماتے اور فرماتے ان کی وجہ سے میرے رب نے عتاب فرمایا (یہ محبت آمیز عتاب تھا) اور یہ بھی بتانا تھا کہ مخلص شخص ہیں جو تزکیۂ نفس کیلئے آرہے ہیں، چنانچہ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى، اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا (سُورَۃُ عَبَسَ، ۳) میں اس طرف دلالت وصراحت ہے اور جن کی طرف متوجہ ہیں وہ ایسے نہیں ہیں، یہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم ہیں جو موذنِ رسول اللہ بھی رہے اور متعدد غزوات میں آپ کے نائب وخلیفہ علی المدینہ بھی رہے، جنگِ قادسیہ میں بھی شریک رہے، ذرہ پہنے ہوئے اور جھنڈا لئے ہوئے تھے، لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى کی تفسیر میں علامہ بغوی رص: ۴۴۶ ر پر لکھتے ہیں يَتَطَهَّرُ مِنَ الذُّنُوبِ بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ وَمَا يَتَعَلَّمُ مِنكَ یعنی عمل صالح کے ذریعہ اور تعلیم نبوی کے ذریعہ پاک ہونا چاہتے ہیں اور عمل صالح سے ہی اصلاح ہے (اور اسی کو تزکیۂ نفس کہتے ہیں)۔

سب سے اول چیز وہ توبہ واستغفار ہے

قرآن کریم میں توبہ کے تعلق سے واضح فرمانِ الٰہی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (سورۂ تحریم) الیٰ قوله اِنَّکَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورۃ التحریم، ۸) اے ایمان والو اللہ پاک کے دربار میں سچی پکی توبہ کرو، توبہ نصوح، خالص توبہ جو صادق بھی ہو یعنی خالصہ صادقہ، نصوح بروزن فعول مبالغہ فی الوصف کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے صبور وشکور بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ گناہ سے توبہ کرے، اس عزم کے ساتھ کہ آئندہ نہ کرے گا، حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ دل سے نادم ہو، زبان سے استغفار کرے اور اعضاء

وجوارح سے ترک کرے اور پھر اس کو نہ کرنے کا عزم مصمم ہو۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا توبہ نصوح سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں، پھر یہ آیت پڑھی (کذافی زادالمسیر ص:۳۸۳،ج:۸)۔ محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ اس میں استغفار باللسان (یعنی زبان سے استغفار) ترک بالابدان بدن سے ترک کرنا، علم عود بالجنان، دل سے آئندہ نہ کرنے کا عزم بالجزم، ومھاجرۃ الاخوان، (یعنی برے دوستوں کو چھوڑنا بھی شامل ہے (کذافی البغوی ص:۳۶۷،ج:۴)۔

توبہ کی فضیلت واہمیت پر اور بہت سی آیات واحادیث ہیں مثلاً: ایک جگہ اللہ پاک نے فرمایا: اِنَّمَا التَّوبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السُّوۡٓءَ بِجَھَالَۃٍ ثُمَّ یَتُوۡبُوۡنَ مِنۡ قَرِیۡبٍ الخ۔ (سورۃ النساء،۱۷) مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل واحسان سے اور اپنی رحمت واسعہ سے قبول توبہ کا ذمہ لیا ہے، مگر یہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو نادانی اور ناواقفیت سے کسی گناہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور جیسے ہی متنبہ ہوجاتے ہیں، اسی وقت شرمسار اور نادم ہوجاتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں، ایسوں کی خطائیں اللہ ضرور معاف فرمادیتا ہے، اسی طرح حدیث نبوی ہے، فرمایا: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنۡبِ کَمَنۡ لَا ذَنۡبَ لَہٗ نیز فرمایا: عَنۡ اَبِیۡ حَمۡزَۃَ اَنَسِ بۡنِ مَالِکِ الۡاَنۡصَارِیِّ خَادِمِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ) قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ لَلّٰہُ اَفۡرَحُ بِتَوۡبَۃِ عَبۡدِہٖ مِنۡ اَحَدِکُمۡ سَقَطَ عَلٰی بَعِیۡرِہٖ وَقَدۡ اَضَلَّہٗ فِیۡ اَرۡضٍ فَلَاۃٍ (متفق علیہ) حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جس کا چٹیل میدان میں اُونٹ گم ہوگیا ہو اور پھر مل گیا ہو، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَبۡسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیۡلِ لِیَتُوۡبَ مُسِیۡٓءُ النَّھَارِ وَیَبۡسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوۡبَ مُسِیۡٓءُ اللَّیۡلِ حَتّٰی تَطۡلُعَ الشَّمۡسُ مِنۡ مَغۡرِبِھَا۔ رواہ مسلم، حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر شب اپنا دست رحمت پھیلاتے ہیں کہ دن کا گناہ گار تائب ہوجائے اور ہر دن اپنا دست رحمت پھیلاتے ہیں کہ رات کا گناہ گار تائب ہوجائے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسی طرح فرماتے رہیں گے یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکل آئے۔

استغفار کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِیۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَۃً اَوۡ ظَلَمُوۡٓا اَنۡفُسَھُمۡ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِھِمۡ الیٰ قولہ نِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِیۡنَ، اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ، یا برا کام کریں، اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی (سورۂ آل عمران ۱۳۵) اور کہیں فرمایا

:وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا(١٠)يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا(١١)وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (سورۃ نوح،۱۲)اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے، اور وہ تم پر خوب زیادہ برسنے والی بارش بھیجے گا اور مالوں سے اور بیٹوں سے تمہاری امداد فرمائے گا اور تمہارے لئے باغیچے اور تمہارے لئے نہریں بنادے گا۔

توبہ واستغفار پر پختگی کے ساتھ قائم رکھنے کیلئے بیعت ہے ،بیعت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد باری عزاسمہ ہے:اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ(سورۃ الفتح ١٠) نیز فرمایا:لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (١٨)اس میں عورتوں کیلئے بھی بیعت ہےاِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ الخ (سورۃ الممتحنۃ ١٢) اے نبی ﷺ جب آپ کے پاس مؤمن عورتیں آئیں جو آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔

حدیث بیعت بَايِعُوْنِيْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا الخ () کو صفاء پر بیعت جہاں بیعت،توبہ،ذکر اللہ ہو وہی خانقاہ ہے،ارشاد باری تعالیٰ ہے:فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ الخ ،وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ(سورۃ النور،۳۶) ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ان کو بلند کرنے کا اور وہاں اسکا نام پڑھنے کا یاد کرتے ہیں،اس کی وہاں صبح اور شام،خانقاہ میں خلوت کدہ بھی ہوتا ہے،اسی لئے خلوت کیلئے حضور پاک ﷺ غارِ حراء گئے، اصحاب کہف نے برے ماحول سے کنارہ کشی اختیار فرمائی،ارشادِ باری تعالیٰ ہے:اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ جب جا بیٹھے وہ نوجوان پہاڑ کی کھوہ میں،غارِ حراء میں رسول اللہ ﷺ کا خلوت فرمانا اور وہاں وحی کا نزول اور پھر دعوت وتبلیغ سب کو معلوم ہے اور موسیٰؑ کا کوہِ طور پر جانا،مناجات کرنا،خلوت اختیار کرنا،چلہ کشی کرنا،یہ سب اُمورِ تصوف کی بنیاد ہیں،خلوت میں ذکر اللہ ہے اور مراقبہ ہے،حدیث پاک میں فرمایا:ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، کہ جس نے اللہ کو تنہائی میں یاد کیا اور اسکی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں،حضرات انبیاءؑ نے پہاڑوں میں یہ عمل کیا،حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت ذکر اللہ خلوت کیلئے محراب اختیار کرنا، جلوت میں ذکر اللہ،اجتماعی ذکر اللہ کا عمل وارد ہوا ہے،نمازوں کا اہتمام وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ، سورۃ البقرۃ(۴۳) اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کرو۔

حوالے جات: القرآن الکریم ،معالم التنزیل للبغویؒ،انوار البیان،معارف القرآن شفیعی،الجامع الصحیح مسلم، ریاض الصالحین،طریق السالکین،زاد المسیر۔

مضامین

مذہبِ اسلام کے اہم رکن ''زکوۃ'' کے اہم نکات

''قرآنی هدایات وآثار کے تناظر میں''

از: عبدالواجد رشیدی ندوی، خادم تدریس ورفیق ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

دُنیاوآخرت کا تعلق جواسلام کی تمام تر تعلیمات کی رُوح ہے، حیاتِ اُخروی ہماری موجودہ زندگی کے سلسلے میں میں شامل ہےاور جنت ودوزخ ہمارے نیک وبداعمال کے پرتو ہیں،، مذہب اسلام ایک عالم گیر پیغام عمل کا نام ہے، بعض دیگر مذاہب کی طرح یہ چند عقائد کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں انسانیت کی صحیح ودُرست راہ نمائی کرتا ہے، اسکے تمام اُصول وضوابط قرآن وحدیث میں مدون ہیں، فطرت انسانی کے عین مطابق اور ہر حالت اور ہر زمانے، ہر ملک وملت میں ہر اعلیٰ وادنی فرد بشر کے لئے یکساں قابلِ عمل ہیں اور یہی ہمہ گیری اس کے من جانب اللہ ہونے کی سب سے بڑی، بین اور روشن واضح دلیل ہے۔

علمی نقطۂ نظر سے اسلام کے چار ارکان ہیں، نماز، روزہ، زکوۃ، اورحج ہر مسلمان انسان پر جسطرح اپنے خالق ومالک کے حقوق وواجبات ہیں، اسی طرح نوع انسان کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اس پر چند فرائض عائد ہوتے ہیں جن کو حقوق العبا کہا جاتا ہے، نماز، روزہ اور حج حقوق اللہ میں شمار کئے جاتے ہیں، حقوق العباد میں زکوۃ سب سے اہم ہے، ہر مذہب نے اپنے متبعین وپیروکاروں کو خیرات کی تعلیم دی ہے، لیکن مذہب اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے بخلاف دیگر مذاہب کے خیرات کی تاکید پر اکتفا کرنے اور دینے والے کی مرضی پر منحصر کرنے کے بجائے اس کی ایک متعین مقدار قرار دی اور اس کے لئے قوانین مقرر کئے، لفظِ زکوۃ مشتق ہے زکا سے جس کے معنی ہیں بڑھانا، پاک ہونا: جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰیَحْیٰ خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَّاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ۝ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوةً وَکَانَ تَقِیًّا (سورة مریم) مذہب اسلام نے زکوۃ کا جو طریقہ بتایا ہے، اس سے قوم ملت کا تزکیہ اور نشوونما ہوتا ہے جیسا کہ اس مضمون میں اسکو واضح کیا جائے گا۔

مذہبِ اسلام کا چوتھا رکن زکوۃ ہے، اور سب سے بڑی مالی عبادت ہے، اسکی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ قرآن حکیم اس کا تذکرہ اکثر وبیشتر نماز کے ساتھ ساتھ کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِیْمُوالصَّلٰوۃَ وَاٰتُوْاالزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْامَعَ الرَّاکِعِیْنَ(سورۃ البقرۃ) اورنماز قائم کرواورزکوۃ ادا کرواور رُکوع کرو رُکوع کرنے والوں کے ساتھ، نیز ایک مقام پراللہ پاک اسطرح گویاہیں:لَیْسَ الْبِرَّاَنْ تُوَلُّوْاوُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتَابِ وَالنَّبِیِّیْنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَالخ(سورۃ البقرۃ)

نیکی یہی نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق اورمغرب کی جانب کرلوبلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ پراور آخرت کے دن پراور فرشتوں اور کتاب پراورنبیوں پراورخرچ کرے مال اسکی محبت میں قرابت داروں ،یتیموں مسکینوں اورمسافرں اورسائلوں پراورگردنیں آزادکرنے میں اورقائم کرے نماز اوردے زکوۃ انکواپنے رب کی طرف سے اجر ملےگاایک جگہ اللہ تعالیٰ نےفَاِنْ تَابُوْاوَاَقَامُوْاالصَّلٰوۃَ وَاٰتُوْاالزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْاسَبِیْلَھُمْ الخ۔(سورۃ التوبۃ) پھراگروہ توبہ کرلیں اورنماز قائم کریں اورزکوۃ ادا کریں توتم انکے راستہ کوچھوڑ دو،فَاِنْ تَابُوْاوَاَقَامُوْاالصَّلٰوۃَ وَاٰتُوْاالزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ الخ(سورۃ التوبۃ) پھراگروہ توبہ کرلیں اورنماز قائم کریں اورزکوۃ ادا کریں تووہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کواُخوتِ اسلامیہ کا امتیازخصوصی قرار دیا گیاہے،یہی وجہ ہے کہ کوئی مالداراورذی استطاعت شخص اپنے مال کا ایک حصہ خیرات کئے بغیر اسلامی برادری کا رکن نہیں بن سکتا ،چنانچہ حضرت ابوبکرصدیقؓ نے ان لوگوں کے خلاف لڑائی کرنے کا اعلان فرمادیا کہ جوزکوۃ ادانہیں کررہے تھے،علاوہ ازیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جابجاخیرات وصدقات کی تاکید کی گئی ہے،ارشادخداوندی ہے:اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلَاۃَ وَمِمَّارَزَقْنَاھُمْ یُنْفِقُوْنَ(سورۃ البقرۃ) متقی وہ لوگ ہیں جواللہ پاک کی ذات پر بغیر دیکھے یقین کرتے ہیں اورنمازیں قائم کرتے ہیں اور جوکچھ ہم نے انکوبخشا ہے وہ اس میں سے (راہِ خدامیں)خرچ کرتے ہیں،ایک جگہ فرمایا:وَمَآاَنْفَقْتُمْ مِنْ نَّفَقَۃٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍفَاِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُہٗ(سورۃ البقرۃ) جوخیرات تم کروگے یاجومنت قبول کروگے وہ اللہ کومعلوم ہے۔

پھرادھراحادیث مبارکہ میں بھی زکوۃ کے احکام بکثرت منقول ہیں:حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذؓکویمن کی طرف روانہ فرمایااورفرمایا کہ لوگوں کوتعلیم دوکہ اللہ کے سوا کوئی معبودنہیں ہےاورمیں

اس کا رسول ہوں، اگر وہ اس کو قبول کریں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے ایک دن اور ایک رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ اسکو قبول کریں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے ان پر انکے مال میں سے صدقہ فرض کیا ہے جو دولتمندوں سے لیا جائے اور غرباء کو دیا جائے۔ (بخاری ونسائی)، حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی عامل زکوۃ وصول کرنے کے لئے تمہارے پاس آئے تو تم اس کو راضی کر کے واپس کرو (مسلم) خیرات کی دو قسمیں ہیں: ایک ایک وہ زکوۃ جس کی ایک متعین مقدار ہر اصاحب نصاب پر فرض ہے دوسرے وہ صدقہ ہے جسکو غیر متعینہ طریقہ پر دیا جائے وہ دینے کی مرضی اور خوشی پر منحصر وموقوف ہے، اس میں یتیم ومسکین کو کھانا کھلانا، غلام کو آزاد کرنا، یہاں تک کہ کلمۂ خیر کہہ دینا بھی اس میں داخل وشامل ہے۔

جولوگ باوجود مالدار ہونے کے زکوۃ ادا نہ کریں انکے حق میں قرآن کریم میں سخت وعید آئی ہے: وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَاتُلۡقُوۡابِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّهۡلُکَةِ (سورة البقرة) اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، گویا آیت کریمہ میں خرچ نہ کرنے کو ہلاکت سے تعبیر فرمایا گیا ہے، اور خرچ کرنے کو ہلاکت سے بچنے کی ایک سبیل قرار دی گئی ہے۔

ایک جگہ فرمایا وَالَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَایُنۡفِقُوۡنَهَافِی سَبِیۡلِ اللّٰهِ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ۝ یَوۡمَ یُحۡمٰی عَلَیۡهَافِی نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکۡوٰی بِهَاجِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ هٰذَامَاکَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِکُمۡ فَذُوۡقُوۡابِمَاکُنۡتُمۡ تَکۡنِزُوۡنَ (سورة التوبة) اور جولوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب کی خبر سنادو، جس روز انکو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر انکی پیشانیوں، کروٹوں اور پشتوں کو داغا جائے گا (پھر ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جس کو تم اپنی جانوں کے لئے جمع کر کے رکھتے تھے، لہذا اب تم اسے چکھ لو جسے جمع کر کے رکھتے تھے۔ (جاری)

ایصالِ ثواب

جامعہ کے ایک مخلص معاون اور سماجی خدمت گار الحاج بابو عبدالوحید قریشی سابق ایم ایل اے سردھنہ میرٹھ ۵؍مارچ ۲۰۱۸ء کو وفات پاگئے انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم صوم صلاۃ کے پابند اور صاحبِ خیر انسان تھے، یہ اطلاع جامعہ کے مدرس جناب حافظ محمد حسن گنگوہی نے دی ہے، اللہ پاک مرحوم کی مغفرت فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

مضامین

ملکِ شام اور مسجد اقصیٰ کے فضائل و برکات

مولانا محمد صابر قاسمی
مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

کل زمین اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ اور قابل انتفاع ہے لیکن حق جل مجدہ نے زمین کے بعض حصوں کو دوسرے بعض حصوں پر فوقیت اور فضیلت عطاء کی ہے، فضائل کی حامل سرزمینوں میں سے ملک شام کی بھی سرزمین ہے، اللہ تعالیٰ نے اس خطہ کو ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، حضرت معاذ بن جبلؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ملک شام تو تمام شہروں سے میرا منتخب خطہ ہے اور میں تیری طرف اپنے منتخب بندوں کو پہنچاؤں گا، (قرطبی) آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ دجال ساری زمین میں پھرے گا، مگر چار مسجدوں تک اس کی رسائی نہ ہوگی، مسجد مدینہ، مسجد مکہ، مسجد اقصیٰ، مسجد طور (مسند احمد) حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد کونسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد حرام، پھر میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا مسجد اقصیٰ، میں نے معلوم کیا ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس برس (مسلم شریف)

حضرت عمرؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب ایسا ہوگا کہ تمہاری تین مجتمع فوجیں ہو جائیں گی، ایک فوج شام میں، ایک فوج یمن میں، ایک فوج عراق میں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں نے وہ زمانہ پالیا تو مجھے حکم دیجئے (میں اس وقت کیا کروں؟) فرمایا تیرے اوپر شام میں رہنا لازم ہے، اللہ کی زمین میں شام کی سرزمین برگزیدہ ہے، برگزیدہ بندے ہی اس کی طرف آئیں گے، اگر تم ایسا نہ کرسکو تو یمن (میں رہنا یا اہل یمن کا ساتھ دینا) تم پر لازم ہے (ابوداؤد) شریح بن عبیدہؓ کی روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے سامنے اہل شام کا ذکر آیا، اور لوگوں نے کہا کہ امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجئے، حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے، اور وہ چالیس آدمی ہوں گے، جب ان میں سے کوئی مرجائے گا تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کسی اور شخص کو مقرر فرمادے گا، ان کی برکت سے بارشیں ہوں گی، اور انہی کی وجہ سے دشمنوں پر فتح عطاء کی جائے گی، اور انہیں کی وجہ سے اہل شام کی طرف سے عذاب کا رخ پھیر دیا جائیگا (مسند احمد)۔

حضرت زید بن ثابتؓ روای ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شام کے لئے خوشی ہو، ہم نے عرض کیا کس وجہ سے؟ فرمایا رحمت کے فرشتے اپنے پر پھیلائے ہوئے اس پر سایہ فگن ہوں گے (ترمذی)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کفار کے ظلم وجور سے پریشان ہوکر عراق سے جس علاقہ کی طرف ہجرت کی وہ بھی سرزمین شام ہی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ونجیناہ ولوطاً الی الارض التی بارکنا فیھا للعلمین (اور ہم

ابراہیمؑ اور لوطؑ کو بچا کر اس سرزمین شام کی طرف لے گئے، جس میں ہم نے جہاں والوں کے لئے برکت رکھی ہے) اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو ظاہری برکت سے بھی نوازا ہے، یہ زمین سرسبز وشاداب ہے، باغوں، درختوں اور پھلوں کی کثرت ہے، اور شیریں پانی کی بھی فراوانی ہے، اور باطنی برکت سے بھی ہمکنار کیا ہے، اس لئے کہ اس سرزمین میں بہت سے انبیاءؑ مدفون ہیں، ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس زمین کی اہمیت کو ان الفاظ میں اجاگر فرمایا ہے، **سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیاتنا انہ ھو السمیع البصیر** (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گئی جس کے آس پاس ہم نے برکت رکھی ہے، تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں، بلاشبہ وہ بخوبی سننے اور دیکھنے والا ہے) ان آیات میں سفر معراج سے پہلے آپ ﷺ کے سفر اسراء کا تذکرہ ہے، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک آپ ﷺ کے سفر کو اسراء کہتے ہیں، اور پھر وہاں سے آسمانوں کے سفر اور جنت وجہنم کی سیر اور دیدار خداوندی وغیرہ کو معراج کہتے ہیں، حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو زمین میں سب سے افضل قطعہ مسجد حرام سے براہ راست معراج کے لئے نہیں بلایا بلکہ مسجد اقصیٰ سے سفر معراج کا آغاز ہوا، حکمت اس میں یہی تھی کہ آپ ﷺ کا تعلق بھی اس پاک خطہ سے جوڑ دیا جائے، جو بیشتر انبیاء سابقین کا مسکن ومدفن ہے۔

آپ ﷺ کو جب مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لایا گیا تو تمام انبیاء اور گزرے ہوئے مؤمنین کی روحوں اور فرشتوں کو حق تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ میں جمع فرما دیا پھر آپ ﷺ نے ان سب کو نماز پڑھائی، (جلالین) صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کا ہے۔

روز قیامت اللہ تبارک وتعالیٰ حساب وکتاب کے لئے تمام اولین وآخرین کو اسی سرزمین پر جمع فرمائے گا، حضرت اسرافیلؑ سور اپنے منہ میں رکھیں گے اور بیت المقدس کے گنبد پر کھڑے ہو کر کہیں گے **ایتھا العظام البالیۃ والجلود المتمزقۃ واللحوم المتفرقۃ ھلموا الی عرض الرحمٰن** (اے بوسیدہ ہوجانے والی ہڈیوں ٹکڑے ٹکڑے ہوجانے والی کھالوں بکھر جانے والے گوشتوں رحمٰن کے سامنے پیشی کے لئے چلو) (جلالین ص ۲۶۷)۔

رب کائنات اس زمین کو کشادہ فرما دیں گے، ویسے بھی آج ملک شام بہت محدود ہے اس کے حصہ بخرے ہوگئے، اصل جو ملک شام ہے وہ فلسطین، اردن، سوریا، اور لبنان پر مشتمل ہے، مسجد اقصیٰ فلسطین میں واقع ہے، سب سے پہلے اس کو حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ۶۳۸ء میں فتح کیا گیا، بدقسمتی سے ۱۰۹۹ء میں عیسائی افواج نے اس پر قبضہ جما لیا، پھر ۱۱۸۷ء میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے صلیبیوں کی مشترکہ قوت کو شکست فاش دے کر اس کو دوبارہ حاصل کرلیا، سوئے قسمت ۱۹۶۷ء سے یہود اس پر قابض ہیں، مسلمان فلسطین قبلہ اول کی بازیابی کے لئے نصف صدی سے برسرپیکار ہیں، دعاء ہے کہ حق تعالیٰ ان حضرات کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے آمین۔

خطبات — قسط(۱)

نفس کو کیسے قابو کریں؟

پیرِ طریقت واقفِ اسرارِ حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید اعوذباللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد،اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد ألف ألف مرة،اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد واٰلہ وأصحابہ وبارک وسلم○۔

تزکیۂ باطن کے لئے مجاہدات ضروری ہیں

یہ ایک اصلاحی مجلس ہے اوراس مجلس کا تعلق اصلاحِ باطن سے ہے،یعنی اندر کی صفائی،اس کو تزکیۂ باطن کہتے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے باطن کو صاف کرنے کے لئے بہت سے راستے بیان فرمائے ہیں،جن میں سے ایک راستہ یہ بھی ہے اور بڑا مفید راستہ ہے،جو ان راستوں سے گزر چکے ہیں اوراپنی منزل کو پاچکے ہیں ان کی زندگی کا مشاہدہ کیا جاوے ان کے بارے میں سمجھا جاوے،پڑھا جائے سنا جائے،وہ لوگ تزکیہ کی مجلس میں آگئے ہوں اللہ کے حضور میں پیش ہونے کے لئے اپنے آپ کو تیار کیا ہو،ان لوگوں کی زندگی کو پڑھنا سننا ان کی باتیں یاد کرنا بھی ایک بہت مفید اور مؤثر طریقہ ہے،اوراس پر بہت جلد اس کا اثر پہونچتا ہے،اور ہم جیسے کمزور تو کبھی کمزوری اختیار کرجاتے ہیں سنتے ہیں تو آدمی کو تقویت ملتی ہے،حوصلہ بڑھتا ہے کہ یار ہمیں بھی کچھ کرنا چاہئے،تو گویا یہ ہے کہ اللہ والوں کی زندگی بھی بہت عجیب مثال ہے،ان کے قصے سننا ان کی باتیں کرنا بلکہ کہا جاتا ہے کہ یہ بھی عبادت ہے،یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کی ایک مثال دی ہے کہ دیکھو ہم نے کیسا مجاہدہ کیا اور ہمارے لئے تقویت ہوتی ہے مثال بن جاتی ہے،یار کہ وہ ہمارے جیسے انسان تھے ان کے بھی بیوی بچے تھے،یہ بھی کھلاتے پلاتے تھے کھانا وغیرہ کرتے تھے،لیکن الحمدللہ انہوں نے کس طرح اپنے نفس کو مارا اور چند دنوں یہاں دنیا میں محنت کی اور ایک مثال قائم کرگئے،اللہ کے یہاں خود بھی ماشاءاللہ کامیاب ہوگئے۔

نفس کے ساتھ لڑائی اہم ہے

کیونکہ ان کی زندگی میں آپ دیکھیں تو چند چیزیں آپ کو نظر آئیں گی،اس کا خلاصہ تو یہی ہوگا کہ ساری

زندگی انہوں نے ایک لڑائی کی اپنے دشمنِ خاص سے اور وہ دشمن انسان کا نفس ہے، اس دشمن سے انسان جب لڑائی شروع کر دیتا ہے تو بس پھر اس کا اصل مجاہدہ شروع ہو جاتا ہے، اور جب تک وہ اپنے نفس کو زیر نہیں کرتا تب تک وہ انسان کامیاب ہی نہیں ہوتا، قد افلح من زکٰھا وقد خاب من دسٰھا قرآن کہتا ہے، اس نکتہ کو انہوں نے سمجھا، جیسے الحمدللہ آپ حضرات بھی ہیں، آپ بھی اس نکتہ کو سمجھیں میں بھی سمجھوں، ہم بھی تو یہی چاہتے ہیں نا؟ کہ ہماری زندگی بھی ویسی ہی ہو، تو اصل مقصد تو یہ ہے ان کی مثالوں کو اور زندگیوں کو دیکھنے سے کہ کیا کیا انہوں نے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول کیا؟ اتنے درجات دئے وہ کونسی عبادت تھی؟ کیا چیز تھی؟۔

اہل اللہ کی زندگی کا عنصر غالب مخالفتِ نفس ہے

آپ کو ایک ہی چیز نظر آئے گی پوری زندگی میں، کسی بھی اللہ والے کی زندگی کو اٹھا کر دیکھیں یہی ہوگا کہ نفس کے ساتھ انہوں نے لڑائی کی، نفس کو زیر کیا، نفس جو ہے انسان کو برباد کرتا ہے، سب سے بڑا دشمن جو ہے وہ انسان کا نفس ہے، پھر اگر انسان نفس کے ساتھ چلا نفس کا کہنا مانا، نفس کی بات پر عمل کیا تو ساری زندگی کامیاب نہیں ہوسکتا یاد رکھیں، ساری زندگی وہ کامیاب نہیں ہوسکتا، وہ کبھی آپ کو عبادت کرادے گا لیکن ایسا چکر دے گا اور ڈھکوسلا دے گا کہ ساری کی ساری عبادت ضائع کرادے گا، تو اس کے ساتھ ہم مستعد جو ہوجائیں اور بس سوچیں کہ ہم نے نفس کے ساتھ پکی دشمنی کرنی ہے، اس کے ساتھ دوستی نہیں کرنی، کسی معاملے میں اس کے ساتھ دوستی نہیں کرنی ہے، تو ان اللہ والوں کا یہ دنیاوی طریقہ کار تھا کہ ساری زندگی جو ہے انہوں نے اپنے نفس کو کنٹرول رکھا، تو جب نفس کو کنٹرول کر لیتا ہے اور نفس کے ساتھ لڑائی شروع کر دیتا ہے تو الحمدللہ کیا رزلٹ اور نتیجہ اس کا نکلتا ہے؟ سارے کے سارے احکاماتِ الٰہیہ پر چلنا شروع ہو جاتا ہے۔

احکاماتِ الٰہیہ پر عمل سے نفس ہی روکتا ہے

تو پتہ یہ چلتا ہے کہ روکنے والی چیز کیا ہے اللہ کے حکم سے؟ نفس ہے، برائی کی طرف دھکا دینے والی کیا چیز ہے؟ نفس ہے، جیسے ہم کوئی عبادت کر رہے ہیں یاد رکھیں عبادت سے پہلے ہم سوچیں کہ اس وقت جو میں عبادت کر رہا ہوں اس کو ذکر کروں گا، تلاوت کروں گا، نماز پڑھوں گا، تو یہ میں اللہ کی عبادت تو کر رہا ہوں تو نیت میری یہ ہی ہے کہ اپنے دشمن جو کہ نفس ہے اس کو کمزور کرنا چاہتا ہوں، اس کو پیش نظر رکھیں، اصل تو میں دشمن کے ساتھ لڑائی کر رہا ہوں، جب یہ بات ہمارے سامنے رہے گی تو کیا ہے کہ جو عبادت ہم نے کی ہوگی اللہ تعالیٰ کی وہ عبادت ضائع نہیں ہوگی۔

محرمات سے اجتناب ضروری ہے

لیکن جب وہ نفس آپ کو چکر دے گا تو ہم نے جو نیت کی تھی کہ ہم نفس کے خلاف اس عبادت کو استعمال کریں گے، یا ہمیں اس کے کہنے سے ہماری عبادت کو ضائع نہیں کرنا، جھوٹ نہیں بولنا، حرام نہیں کھانا، غصہ نہیں کرنا، فضول باتیں نہیں کرنی، لالچ نہیں کرنا، حرص کی زندگی نہیں گزارنا، یہ سب نفس کی مخالفت ہے، یاد رکھیں سب کیا ہے؟ نفس کے مخالف چلنا ہے، اور اگر یہ ساری چیزیں نفس کے ساتھ ہیں تو بالکل نفس کے تعاون سے آپ نماز پڑھ رہے ہیں، نفس کے تعاون سے آپ عبادت کر رہے ہیں، اس کے تعاون سے تلاوت کر رہے ہیں، اس میں مکمل طور پر نفس شامل ہے، نفس اس وقت شامل نہیں ہوگا جب ہم ان چیزوں کو نفس سے الگ کر کے رکھ دیں گے، تو جو نماز پڑھیں گے وہ نماز نماز ہی ہوگی۔

کاروبار، گھر کے ساتھ ہی عبادت وخلوت سنت ہے

وہ حضرات اللہ والے جو تھے الحمدللہ ذکر واذکار بھی کرتے تھے، عبادت بھی کرتے تھے، حسبِ توفیق جتنی اللہ دیتا تھا، گھر بار بھی چلاتے تھے، بچوں کو بھی دیکھتے تھے، کاروبار بھی کرتے تھے، تو سنت تو یہی ہے ان کا ایک مشن یہی تھا، مشن یہی تھا کہ بھائی ہمیں کامیاب ہونا ہے اس دنیا کے اندر، اور کامیابی کا راز یہی نہیں ہے کہ صرف نمازیں پڑھ لو یا صرف تلاوت کرلو، بلکہ کامیابی کا معیار وہ ہے جو اللہ نے بتایا کہ تمہاری عبادات کے اندر نفس ملحوظ تھا وہ نفس شامل نہ ہو، سمجھ جاؤ کہ اگر کوئی چیز کسی عبادت سے یا اللہ کے احکامات سے روک رہی ہے اور برائی کی طرف مائل کر رہی ہے تو واحد ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے نفس۔

شیطان دشمن وغیرہ کچھ بھی نہیں اس کے آگے، نفس تو اس سے کئی گنا آگے ہے، گرو گنٹال کہتے ہیں اس کو آپ کی زبان میں، بہت چکر باز چیز ہے، کبھی دوست ایسا دوست بن کے آئے گا ایسی پیار ومحبت سے کام کرے گا کہ آدمی تصور بھی نہیں کرسکتا کہ اس سے اچھا بھی کوئی دوست ہوسکتا ہے، اس سے زیادہ پیاری چیز کوئی ہوسکتی ہے، واحد ایک چیز دیکھنے والی ہے کہ یہ لے کے کدھر جارہا ہے ہمیں، دوستی کر کے کس طرف ہمیں نکال رہا ہے، راستہ کونسا بتارہا ہے؟۔

تو ان لوگوں نے اس چیز کو پکڑا، آج بھی کوئی انسان اس طرح چلے تو کامیاب ہوگا، اور اگر اس کے علاوہ ہم کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں تو بھائی دھوکہ ہے، میں آپ کو بتادوں صراحتاً دھوکہ ہے، ادھر ادھر نہ دیکھنا مرنے کے بعد کہ ہمیں کچھ نہ ملا، کامیابی تو ایک ہی چیز پر ہوگی، نمازیں یہ سب جو ہیں اپنی جگہ گٹھری بنا کے رکھدی جائیں گے، اللہ

تعالیٰ تو یہی کہے گا جیسے آپ کو بتا رہا تھا کہ خالص چیز ہو خالص، جس میں نفس شامل نہ ہو، ایسی عبادات اللہ کو چاہئے اور یہ بھی نفس کا دھوکہ ہے کہ میں تو نماز پڑھتا ہوں کیا فرق پڑتا ہے، یہ تو یار لوگوں نے زائد چیزیں بنائی ہوئی ہیں، فضول باتیں ہیں ہاں نماز پڑھ لیں ٹھیک ہے۔

لاکھوں آدمیوں کو نفس نے برباد کر دیا

لاکھوں کروڑوں آدمیوں کو جو ہے اس نفس نے ایسا برباد کیا ہے کہ وہ تزکیہ کی طرف آتے نہیں کہ نفس کو قابو کرنے کا کوئی علاج کریں، صرف ایک دو تین چار گن سکتے ہیں ہم، آپ بھی تو اسی لئے آئے ہیں نا نہیں آئے؟ کہ وہ حضرات بھی جو سن رہے ہیں الحمدللہ صبح وشام تقریریں ہوتی ہیں، علمائے کرام آتے ہیں، شیخ الحدیث صاحب وغیرہ حضرات آتے ہیں، کوئی کمی تو نہیں ہے۔

مجھ جیسے پاگل آدمی کو سننے کی کیا ضرورت ہے؟ ایک دیوانہ آدمی ہوں فقیر آدمی ہوں، بات سننے کی کیا ضرورت ہے؟ ان کی سنیں ماشاء اللہ قرآن وحدیث بتاتے ہیں، لیکن وجہ یہ ہے شاید یہی سوچ کے آئے ہو کہ بھائی بس یہاں ایک اور چیز ایکسٹرا ملتی ہے، وہ چیز کیا ہے؟ تزکیہ ہے الحمدللہ تزکیہ ہے، کم از کم اللہ کا اتنا بڑا تو فضل ہوا کہ اس اندھیرے کے اندر اللہ نے ہمارے سینے میں ایک لائٹ تو ڈال دی کہ اپنی صفائی کا فکر تو پڑ گیا ہمیں۔

تزکیہ کی فکر بڑی نعمت ہے

اور جس کو صفائی کا فکر ہی نہ ہو وہ کتنا گندہ انسان ہوگا کہ جو جمعہ کو بھی نہ نہاتا ہو، عید میں بھی نہ نہاتا ہو، اور کہتا ہے میرے میں بُو ہے ہی نہیں، نہانے کا جواز پیش کرے اور کہے کہ مجھ میں تو بُو ہے ہی نہیں، یا پورا سال نہ نہائے کیا آپ اس کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں؟ آپ پیچھے ہٹیں گے کیا بات ہے پیچھے کیوں ہٹ رہے ہو؟ میں نے ابھی سینڈ استعمال کیا ہے، سینڈ کیا کام کر سکتا ہے پرفیوم کیا کام کر سکتا ہے؟ چاہے سلطان لگا لیں، آپ جنت الفردوس لگا لیں، آپ جو بھی لگا لیں، مشک لگا لیں عنبر لگا لیں۔

بعینہ ایسے ہی ہے کہ انسان کا باطن جب گندہ ہوتا ہے اور وہ اس کو غسل نہیں دے رہا اس کو نہیں نہلا رہا ہے وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ میں پاک ہوں؟ سوچنے والی بات ہے نا؟ جس کو فکر ہی نہ ہو کہ ہم جائیں کسی غسل خانے میں اور جا کے اپنا غسل کریں، صاف صفائی کریں، لیکن اس کی ضرورت ہی وہ محسوس نہیں کرتا، کہتا ہے چڑھتا رہے جو گند چڑھ رہا ہے اندر چڑھتا ہے، پھر اتنا گندہ ہو جاتا ہے اندر سے اتنا گندہ ہو جاتا ہے وہ آدمی کہ مرنے کے بعد جو اس کے اندر سے بدبو نکلتی ہے اس کو کوئی تصور ہی نہیں کر سکتا، قبر کے اندر وہ سارا گند لے کے انسان قبر میں جاتا ہے، سارا گند جاتا ہے قبر میں اس کے ساتھ۔

منتخبات

مسائل وفتاویٰ

ادارہ

سوال: ایک صاحب تبلیغی جماعت میں جانے کو فرض عین فرماتے ہیں اور حضرت تھانویؒ تبلیغ عام کو مندوب فرماتے ہیں؟۔

جواب: اصل یہ ہے کہ دین سیکھنا فرض عین ہے، اس کی ایک صورت مدارس میں پڑھنا ہے اور ایک صورت تبلیغ میں جانا ہے اور بھی صورتیں ہیں، میوات کے لوگوں کو بتایا گیا تھا کہ دین سیکھنا فرض ہے، اس لئے یا مدارس قائم کرو، یا دوسری صورتیں اختیار کرو، اگر تم کوئی دوسری صورت اختیار نہ کرسکو تو متعین طور پر تبلیغ ہی میں نکلو اس لئے وہاں یہی کہہ کر لوگ نکلتے ہیں کہ دین سیکھنے کیلئے چلو، اتنی بات میں کسی کو اختلاف نہیں۔

حضرت تھانویؒ نے جس چیز کو مندوب فرمایا ہے اس تبلیغ کے یہ معنیٰ نہیں بلکہ وہاں تبلیغ سے مراد دوسروں کو دین سکھانے کیلئے نکلنا ہے، ظاہر ہے کہ یہ کام عوام کا نہیں بلکہ خواص اہل علم کا کام ہے، پھر فرض عین کیسے کہا جاسکتا ہے؟ لہٰذا دونوں کا محمل الگ الگ ہے اور دونوں صحیح ہیں، فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سوال: مروجہ تبلیغی جماعت جس کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ہیں، لوگوں کو چلہ یعنی چالیس دنوں کا انتظام کر کے تربیت دیتی ہے، آیا یہ چلہ رسمِ بدعت ہے یا مستحسن؟۔

جواب: جس نیک کام پر چالیس روز پابندی کی جائے اس پر بہت اچھے ثمرات ونتائج مرتب ہوتے ہیں اور اس کام سے خاصی قلبی لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے، یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے، اور بہت سے اکابر ومشائخ کا تجربہ بھی ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: تبلیغی جماعت کے لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر یہ ضروری ہے کہ اس کی ہر ایک بات کو مان کر عمل کرے، حالانکہ ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو دینی تعلیم سے بہت ہی کم واقف ہوتے ہیں اور منبر پر کھڑے ہو کر بعض غیر ضروری امور چلہ وغیرہ پر زور دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ جبکہ غالباً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا واقعہ ہے کہ کوفہ کی جامع مسجد میں ایک عالم تقریر کر رہے تھے، ان سے جب دریافت کیا گیا کہ تم کو ناسخ ومنسوخ کا علم ہے؟ تو انہوں نے انکار کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو مسجد سے باہر کر دیا، تو یہ تبلیغی جماعت کے لوگ کس

طرح وعظ کیلئے کھڑے ہوجاتے ہیں، ان سے جب دریافت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خود سیکھنے آئے ہیں، کیا سیکھنے کیلئے دارالعلوم ناکافی ہے؟ بہرصورت اس بارے میں تسلی بخش جواب تحریر فرمادیں؟۔

جواب: تبلیغی جماعت جس کا مرکز نظام الدین دہلی ہے اچھی اور صحیح العقیدہ جماعت ہے، اس جماعت میں جو معتدل اہل علم ہیں ان کی تقریروں میں کوئی اشکال نہیں، جو غیر عالم ہیں ان کو ہدایت ہے کہ چھ نمبروں سے زائد کوئی بات بیان نہ کرے، یا تو چھ نمبروں کو بیان کرے تا کہ پکا ہوجائے، باقی کتاب پڑھ کر سنانے اور کتاب بھی قابل اعتماد تجویز ہے، اس کے علاوہ غیر اہلِ علم کو اجازت نہیں، چھ نمبروں میں کوئی بات قرآن پاک اور حدیث شریف کے خلاف نہیں ہے، ان کو بیان کرنے اور سننے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ نفع ہی نفع ہے۔

علمِ دین سیکھنے کا یہ ایک سادہ طریقہ ہے اور دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر سیکھ لیا جائے، مگر یہ ظاہر ہے کہ کروڑوں مسلمان سب کے سب دارالعلوم دیوبند میں نہ سیکھنے کیلئے آسکتے ہیں، نہ سماسکتے ہیں، نہ سب کے پاس وقت ہے، نہ سب کو شرعاً اس پر مجبور کیا جاسکتا ہے، نہ سب میں اس کی صلاحیت ہے، نہ مدرسہ سب کا صرفہ برداشت کرسکتا ہے، اس لئے جگہ جگہ مدارس ومکاتب بھی قائم کئے جاتے ہیں اور کتابیں بھی تصنیف کی جاتی ہیں، رسالے اور اخبار بھی شائع کئے جاتے ہیں، فتوی کا انتظام بھی کیا جاتا ہے، انجمنیں بھی بنائی جاتی ہیں، وعظ کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، یہ سب ہی طریقے دین سیکھنے اور سکھانے کے ہیں، اسی طرح تبلیغی جماعت کا جو طریقہ ہے یہ بھی دین سیکھنے کا بہت مفید طریقہ ہے۔

جس شخص کو نماز، کلمہ، وضوء کچھ نہیں آتا وہ چالیس روز کیلئے جماعت کیساتھ نکل جاتا ہے تو اس مدت میں اچھا خاصا سیکھ لیتا ہے، اور پابند ہوجاتا ہے اور پھر آگے ترقی کرتا جاتا ہے، تجربہ اس کا شاہد ہے۔

جو شخص براہِ راست قرآن پاک سے مسائل استنباط کرکے بیان کرے اس کیلئے ناسخ ومنسوخ کا علم ہونا ضروری ہے، اور بھی بہت سی چیزوں کا علم ضروری ہے، اور جو شخص ائمہ دین کے بیان فرمودہ منقح مسائل کو نقل کرے اس کیلئے علم ناسخ ومنسوخ کا ماہر ہونا ضروری نہیں، اس لئے حضرت علیؓ کے اس ارشاد کی بناء پر تبلیغی جماعت کو یا کسی اور کو وعظ وتقریر سے روکنا غلط وبے محل ہے، البتہ جو بات خواہ روایت ہو یا مسئلہ ہو، غلط بیان کرے اس پر ضرور تنبیہ کی جائے اور غلطی کو واضح کیا جائے، اس میں بھی شفقت اور اصلاح کا جذبہ پورا چاہئے تحقیر وتذلیل کا ہرگز شائبہ نہ ہو، یہی معاملہ تبلیغی جماعت کے ساتھ کیا جائے، یہی دوسرے دینی خدمت کرنے والوں کے ساتھ کیا جائے، خواہ تقریر وعمل سے کی جائے، یا تحریر وتصنیف سے، یا افتاء وتدریس، یا گشت واجتماع سے وغیرہ وغیرہ، فقط واللہ اعلم۔ (از: فتاویٰ محمودیہ)

بزمِ رفتگاں

دوآبہ کی ایک گرانقدر شخصیت

”عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ“

عبدالواجد رشیدی ندوی خادم تدریس ورفیق ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

سنت اللہ جاری وساری ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس بات کا ذمہ لیا ہے کہ وہ اپنے دین متین کی صیانت وحفاظت تا قیامِ قیامت فرماتے رہیں گے، جہاں صیانت وحفاظت کے اور بہت سے طریقے ہیں، وہیں ایک طریقہ حضرات علماء، صلحاء، اتقیاء، ابرار، عارفین کاملین، کا وجود باجود بھی ہے، چہار دانگِ عالم میں جس جگہ بھی اللہ جل جلالہ اس کی ضرورت محسوس فرماتے ہیں وہیں ایسی برگزیدہ شخصیات کو عدم سے وجود بخش دیتے ہیں، ایسے حضرات اس جملہ کا مصداق ہوا کرتے ہیں ”مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ“ کہ جو اللہ کا ہوجاتا ہے تو اللہ اسکا ہوجاتا ہے۔

ان ہی اتقیا، ابرار اور عارفین میں سے وقت کا عارف باللہ، سنتِ نبویہ مطہرہ کے لباس سے ہم آہنگ، ہر وقت اللہ کے ذکر سے زبان تروتازہ رکھنے والا، گویا اللہ پاک کی یاد میں ہمہ وقت غرق رہنے والا، جو یکم جنوری ۱۹۳۳ء میں بزرگوں کی سرزمین رائے پور میں آنکھیں کھولتا ہے، کسی کو کیا معلوم تھا کہ یہ بچہ جو حافظ محمد ایوبؒ کے دامن میں آیا چاہتا ہے کہ کچھ ہی دنوں بعد عالم اسلام کے ایک بڑے طبقہ اور علاقہ کو اپنی تواضع، عاجزی اور انکساری اور منکسر المزاجی کے نرم اور شیریں گفتگو اور اخلاقِ حمیدہ فاضلہ کے باعث اپنی توجہ کا مرکز بنانے والا ہے، اور کسی کو کیا معلوم تھا کہ اس مردِ قلندر اور فانی فی اللہ وعاشق رسول اللہ ﷺ کے جنازہ میں شرکت کرنے والے ہجوم میں اس دن رائے پور بستی انسانیت سے لبالب ہوجائے گی، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ، جو عند اللہ مقبولیت کی علامت ہے یہ مقبولیت اور محبوبیت اللہ کی جانب سے اس کے خاص بندوں کو حاصل ہوتی ہے، یہ مقبولیت اللہ تعالیٰ کی جانب سے روئے زمین پر ڈالدی جاتی ہے، جس کی وجہ سے اللہ کے بندے اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں، جیسا کہ احادیث مبارکہ سے بالکل صاف اور واضح ہے۔

اس کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہوتا ہے کہ کون کیا کرے گا، اور کون کس مرتبہ کا انسان بنے گا، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ بچپن ہی سے ایک نیک صفت اور نیک طبیعت سادہ لوح اور ولی صفت انسان تھے، اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے خمیر میں، تواضع، عاجزی، انکساری، ملنساری، سچائی، عفت وپاکدامنی، خوش خلقی، گوشہ نشینی، علم وحکمت سے وابستگی، دوستوں کے ساتھ انتہائی شفقت کے ساتھ ملنا جیسی صفات حمیدہ پیدا فرمائی تھی، اس کی ایک واضح دلیل راقم الحروف کے سامنے وہ عالم اسلام کی مشہور ومعروف دینی علمی درسگاہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے بانی ومؤسس حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ کے ساتھ والہانہ، مشفقانہ اور صدیقانہ تعلق عمیق ہے۔

راقم الحروف سے مولانا قاری عبید الرحمٰن صاحب قاسمی مدظلہ العالی صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہ نے ایک مذاکرہ کے دوران بتایا کہ والد ماجد حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ جب سہارنپور تشریف لے جاتے تھے تو آپؒ کے شہر سہارنپور میں تین ٹھکانے ہوا کرتے تھے، (۱) اگر دوپہر کے وقت جاتے تو مدرسہ مظاہر علوم وقف میں حضرت مولانا مفتی عبد القیوم صاحبؒ کے یہاں قیام فرماتے تھے، (۲) اگر مدرسہ کے لئے لکڑی خریدنی مقصود ہوتی تو ریلوے لائن کی مسجد میں اپنے دوست کے پاس قیام فرماتے، چنانچہ پھر وہ انکو لکڑی فراہم فرمایا کرتے تھے، (۳) اور اگر کسی اور وقت تشریف لے جاتے تو تھوڑی دیر مفسر قرآن حضرت مولانا بشیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سابق مدرس مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے پاس قیام کا ارادہ رکھتے (قاری عبید الرحمٰن صاحب نے بھی مظاہر علوم میں پڑھنے کے دوران آں مرحوم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے۔)

اس سے حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا مفتی عبد القیوم صاحب رائے پوریؒ کے مابین تعلق کا اندازہ ہوتا ہے، یہ حضرات ہمہ وقت خوف خدا سے ہم آہنگ رہتے تھے، نیز اپنے احباب واصدقاء کا بھی خوب خیال فرماتے تھے، اور آپس میں بے لوث و بے غرض اللہ کے لئے محبت رکھتے تھے، حضرت رائے پوریؒ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ، حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ، حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ اور حضرت مولانا عبد المالک صاحبؒ سابق ناظم مالیات مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یہ تمام حضرات ایک دُوسرے سے بے حد محبت فرماتے تھے، نیز ایک دُوسرے کے ذاتی معاملات میں بھی خوب خیال فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی عبد القیوم صاحب رائے پوریؒ سفر حج سے لوٹ رہے تھے تو وہاں انکو کسی صاحب نے گیس سلینڈر ہدیہ کردیا، حضرت اسکو لیکر سہارنپور تشریف لائے، اور حضرت مولانا عبد المالک صاحبؒ سے فرمایا کہ حضرت اسکو بھروا دیجئے تو حضرت نے اپنے بڑے صاحبزادے ''محمد اقبال سلمہ اللہ کے حوالہ کیا، غرضیکہ اس طرح کی محبت ان حضرات اولیاء باصفا کے درمیان موجود تھی کہ ایک دُوسرے کے ساتھ بالکل بے تکلفی کے ساتھ رہتے تھے، گویا کہ تمام اُمور و معاملات میں حضرت نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے، اور آیات وروایات کو اپنے اذہان میں ہر وقت مستحضر فرماتے تھے۔

ان حضرات کی اس آپسی موودت ومحبت پر بہت سی احادیث مبارکہ بہت عمدہ انداز میں دلالت کررہی ہیں جن میں سے چند فائدہ کے پیش نظر تحریر کی جارہی ہیں: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں بہت سے بندے ایسے ہوں گے جو نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید ہوں گے، قیامت کے دن انبیاء اور شہداء بھی اُنکے مرتبہ کی وجہ سے جو اللہ کے نزدیک ہے، ان پر رشک کریں گے، حضرات صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ! کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں ایک دُوسرے سے قرآن کریم کی وجہ سے محبت کریں گے، ان کی آپس کی یہ محبت نہ آپس کی رشتہ داریوں کی وجہ سے ہوگی اور نہ اموال کے لین دین کی وجہ سے (یہ محبت صرف اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بنیاد پر ہوگی) اللہ کی قسم انکے چہرے منور ہوں گے اور وہ نور پر بیٹھیں ہوں گے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آیت ''اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ'' تلاوت فرمائی۔ رواہ ابوداؤد وکمافی المشکوۃ ص ۴۲۶۔

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اولیاء اللہ کے بارے میں جو یہ فرمایا ہے کہ ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے، اس سے قیامت کے دن بے خوف اور اطمینان ہونا مراد ہے، لہذا یہ اشکال دُور ہو جاتا ہے کہ بعض مرتبہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو خوف لاحق ہوا اور بعض احوال میں غمگین ہوئے، اسی طرح بہت سے اولیاء اللہ پر بعض حالات میں خوف اور حزن یعنی غم طاری ہوا کیونکہ یہ دُنیاوی احوال ہیں آخرت میں یہ حضرات خوف وحزن سے محفوظ ہوں گے، یہ جو فرمایا کہ حضرات انبیاء اور شہداء بھی ان کا مرتبہ دیکھ کر ان پر رشک کریں گے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرات انبیاء اور شہداء خوف زدہ اور غمگین ہوں گے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرامؑ اپنی اُمتوں کے مسائل حل کرنے اور ان کے بارے میں گواہی دینے اور ان کی سفارشیں کرنے میں مشغول ہوں گے اور حضرات شہداء کرام بھی سفارش میں لگے ہوں گے اور دُوسرے اولیاء اللہ بے فکر و بے غم ہوں گے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ رشک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات ان لوگوں تعریف کریں گے جنہوں نے اللہ کے لئے آپس میں محبت کی ہوگی۔

اہل ایمان کے درمیان محبت درحقیقت ایمان کی علامت ہے، ایمان کامل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے اور جو اس محبت میں شریک ہیں اور جو اس سلسلہ میں جڑے ہوئے ہیں ان کے درمیان باہم مودت اور محبت کا تعلق قائم ہونا ایک فطری امر ہے اور اسکی نشو ونما کے لئے اور اسکو ابھارنے اور تقویت دینے کے لئے باہم ایک دُوسرے کو کثرت سے سلام کرنا، ہر شخص کو سلام کرو، عَرَفْتَ اَمْ لَمْ تَعْرِفْ، ''پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو''۔ (طریق السالکین رج راول، ص ر۵۵۵)۔

ایک دُوسرے موقعہ پر حضرت رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں محبت کرنے والوں کے اجر کی بابت ارشاد فرمایا: حدیث قدسی ہے کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے، آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ عطا کروں گا، جبکہ میرے سایہ کے علاوہ کو سایہ نہ ہوگا (رواہ مسلم) اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائیں گے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کا باہمی تعلق میری وجہ سے تھا، میری اطاعت کے لئے تھا اور میری عظمت و جلال کے باعث تھا، آج میں انکو اپنے سایہ میں لیتا ہوں یعنی میں نے انہیں اپنے دامان رحمت میں لے لیا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات اولیاء اللہ سے بغض وعداوت اور دُشمنی نہیں رکھنی چاہئے، کیونکہ ان سے دشمنی اور حسد و کینہ بہت خطرناک ہے، اسلئے کہ انکی جانب سے دفاع کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لیا ہے: حدیث قدسی ہے: مَنْ عَادیٰ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ، جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے، ایک حدیث میں ہے، ''اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ'' کہ تو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچ کر ایسا کرنے سے دُوسروں سے بڑھ کر عبادت گزار ہو جائے گا (مشکوۃ المصابیح رص ر۴۴۰)۔

غرض ان حضرات کی نظر ان تمام آیات وروایات پر تھی، جس کی وجہ سے یہ لوگ آپس میں ایک دُوسرے سے اللہ کے لئے محبت بھی کرتے تھے اور اپنے اندر خوف خدا بھی رکھتے تھے۔

حضرت مرحومؒ بہت بڑے ذاکر وشاغل انسان تھے، انکی زبان ہر وقت ذکر الٰہی سے معمور رہتی تھی، گویا اس

حدیث پاک پر پورا عمل تھا کہ ہر وقت زبان ذکر اللہ سے تروتازہ رہے، اگر آں موصوف کے متعلق یوں کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا، کہ وہ اس دارِ فانی میں رہتے ہوئے جنت کا مزہ لے رہے تھے، ایک مرتبہ راقم الحروف حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی گنگوہی نقشبندی، محدث و ناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے ہمراہ خانقاہ رائے پور جانا ہوا، تو حضرت مرحومؒ سے بھی ملاقات ہوئی، تو ہم لوگوں نے جو مشاہدہ کیا وہ پیش خدمت ہے: آں موصوف لوگوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور زبان ذکر الٰہی میں مشغول تھی، اس طرح کہ زبان نیچے کی جانب سے تالو کے اُوپر لگ رہی تھی، کبھی زور سے اور کبھی ہلکے انداز میں... اللہ... اللہ... اللہ کہہ رہے تھے... تو اس حالت کو دیکھ کر حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ... **آں موصوف دُنیا میں رہتے ہوئے جنت کا مزہ لے رہے ہیں۔**

واضح رہے کہ خانقاہ رائے پور کا خانقاہ رشیدیہ گنگوہ سے بڑا گہرا تعلق رہا ہے، یہ سلسلہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیمؒ سے لیکر آں موصوف تک پہونچا نیز آپؒ کے بعد بھی پہونچتا رہے گا، آپ اور امام ربانی عالم حقانی افقہ الشامی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے درمیان گویا دو واسطے ہوئے، ایک حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ اور دُوسرے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ۔

آں موصوف و مرحومؒ جب مظاہر علوم کے تدریسی مشاغل سے رائے پور منتقل ہوئے تو رائے پور جا کر علم و حکمت کے دریا بہانے لگے اور عوام و خواص کے خشک و بنجر دلوں کو ذکر و فکر سے معمور کرنے لگے، جس آپ کی مقبولیت میں بے حد و حساب اضافہ ہونے لگا اور رب تعالیٰ کی طرف سے اس عاشق زار کی مقبولیت بین العوام والخواص ڈالدی گئی، جب کہ اس دوران بیماری سے بھی دوچار ہوئے، اس حقیقت سے کوئی بھی فرد بشر انکار نہیں کرسکتا، کہ یہ دُنیا جس میں ہم آنکھیں کھولے ہوئے ہیں، یہ امتحان گاہ ہے، سیر و تفریح، تماشہ گاہ، آرام گاہ، اور ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے، ہماری حالت پر افسوس ہے کہ ہم نے اس کو مقصد کی چیز بنا لیا ہے، مقصدِ زندگی حقیقت میں اللہ پاک حقیقی بندگی ہے، اسکی یاد میں لگنا ہے،، ہم میں سے کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے جو اس ادنیا میں نہ آزمایا جا رہا ہو، یہ بات الگ ہے کہ حالات کی آزمائشیں مختلف الانواع والاقسام ہوا کرتی ہیں، کسی کو خوب نعمتیں اور مال و دولت دیکر آزمایا جاتا ہے، کسی کو خوب ترقی دیکر، کسی کو خوب خوشیاں دیکر، کسی کو غموں کی آندھیوں میں الجھا کر، کسی کو خوب اچھی صحت دیکر، کسی کو بیماری میں مبتلا کر کے آزمایا جاتا ہے، خلاصہ آخر موت اور فنا ہے، بقاء صرفا ور صرف اللہ کی ذات کے لئے ہے اور کسی کے لئے نہیں، لیکن اولیاء اللہ اور ان لوگوں کی جو ذکر و فکر اور انابت اللہ کی کیفیت سے معمور ہوتے ہیں انکو ایسی کیفیت حاصل ہوا کرتی ہے کہ موت انکے جسم پر تو آتی ہے لیکن دل پر نہیں آتی جیسا کہ شاعر نے اسکا نقشہ کچھ اسطر کھینچا ہے: ع

موت سمجھے ہے ناداں اختتام زندگی ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

گویا دنیا سے جانے کے بعد ایک دائمی اور لازوال زندگی میسر ہوجاتی ہے، اللہ پاک ہمیں اپنی اور اپنے نبی حضرت رسول کریم ﷺ اور آپؐ کے صحبت یافتہ، اللہ رب العزت کی جانب سے رضامندی کا پروانہ حاصل کرنے والے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وارضاہ، اور انکے بعد تمام اولیاء اللہ کے نقش قدم پر صحیح طریقہ سے چلنے کی توفیق دائمی عطا فرمائے! آمین!!!

حوالے جات: القرآن الکریم: (انوار البیان، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، مشکوۃ المصابیح، ریاض الصالحین، طریق السالکین، مقامات سلوک۔

مطالعات

تعارف وتبصرہ

محمد ساجد کُھجناوری
استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

نام کتاب: یادوں کے جھروکوں سے
مصنف: حضرت مولانا عبد العلی فاروقی رابطہ نمبر:9415775044
صفحات: ۲۰۰
قیمت: 250/ (دوسو پچاس روپئے)
ملنے کا پتہ: مکتبہ البدر کاکوری لکھنؤ انڈیا

زیر تذکرہ کتاب ''یادوں کے جھروکوں سے'' ہمارے ایک قدیم کرم فرما علم دوست، ادب نواز اور ماہنامہ ''البدر'' لکھنؤ کے مدیر شہیر حضرت مولانا عبد العلی فاروقی مدظلہ کے رشحاتِ قلم ہیں جو کتابِ مذکور کے دوسو صفحات پر محیط ان کی یادداشتوں اور باتوں کا قیمتی سرمایہ ہے، اچھا ہوا کہ یہ گنجہائے گرانمایہ انہوں نے حافظہ خانہ سے قرطاس کے سینہ پر منتقل کرکے باذوق قارئین کی عدالت میں فراہم کردیا ہے، مولانا مدظلہ نے اپنی اس تصنیف لطیف میں ان بائیس عدد قومی وملی مثالی شخصیات سے مراسم وروابط کی غزل چھیڑی ہے جس کا ساز واقعی دلوں کو موہ لینے والا ہے، یہ وہ بااثر شخصیات ہیں جن کے کردار وعمل نے معاشرہ میں ایجابی نقوش چھوڑے، ان مہتابی اشخاص میں حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی، حضرت مولانا وحید الزماں کیرانوی، حضرت مولانا سید اسعد مدنی، حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی اور حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ رام پوری جیسے تقدس مآب روشن چہرے ہیں جن کے ساتھ مصنف علام کی حسین یادیں وابستہ ہیں، مولانا کے قلم کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے ان ممدوحین کا تذکرہ محبت وعقیدت سے تو کرتے ہیں لیکن انصاف ودیانت کے پیمانوں پر ذرا بھی آنچ نہیں آنے دیتے، ان کے یہاں خوش عقیدگی ضرور ہے لیکن بیجا غلو سے وہ ہر آن گریزاں رہتے ہیں، علاوہ ازیں ۲۳ رعدد حادثات وواقعات بھی انہوں نے اپنی یادداشتوں کے سہارے خوبصورت لب ولہجہ میں قلم بند فرمائے ہیں، ہر حادثہ اور ہر واقعہ میں عبرت وموعظت کا بہت کچھ سامان قارئین کیلئے پنہاں ہے، کتاب کے مطالعہ سے یہ شہادت بہر حال دی جاسکتی ہے کہ زندہ حقیقتوں کو زندہ اسلوبِ نگارش میں بیان کرنا مولانا کا وصفِ خاص ہے، وہ لکھنوی زبان میں لکھنے والے سحر طراز نثر نگار ہیں، علم وادب کے مختلف زاویوں پر ان کا اشہب قلم مدتوں سے جولانیاں بکھیر رہا ہے اور قلم وکتاب کے رسیا ان کے علمی وفکری جواہر پاروں سے اپنا دامن مراد بھر رہے ہیں و ذالک فضل اللہ یو تیہ من یشاء، اللہ کرے حقیقتوں کی یہ سوغات بھی قبولیت سے ہم کنار ہو آمین۔

اخبار جامعہ

جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی ڈائری

ابوفیصل کھجناوری
رفیق ماہنامہ صدائے حق گنگوہ

کل ہند رابطۂ مدارس کے اجلاس میں حضرت ناظم صاحب کی شرکت

ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کے تحت قائم ملک بھر کے مدارس اسلامیہ عربیہ کا ایک وفاق بنام ''رابطۂ مدارس اسلامیہ عربیہ'' گذشتہ دو دہائی سے زائد عرصہ سے دینی مدارس کے اغراض ومقاصد، ان کے تعلیمی وتربیتی کاز اور داخلی وخارجی جیسے ناگزیر مسائل پر نتیجہ خیز گفتگو کیلئے مل بیٹھنے کا ایک پلیٹ فارم بنایا گیا تھا، اس کے تاہنوز متعدد عمومی اور خصوصی اجلاس منعقد ہوچکے ہیں، جن میں اہلیانِ مدارس کے لئے زمانہ کے بدلتے ہوئے تیور سے روبرو ہونے، وہاں کے نصاب ونظام تعلیم کی افادیت واثر انگیزی کو باقی رکھنے اور ملت کے دینی وفکری تشخص کی بقا جیسے حساس موضوعات پر راہنما خطوط فراہم کئے جاتے رہے ہیں۔

بہر کیف اسی کل ہند رابطۂ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کا اجلاس ۱۲ر مارچ ۲۰۱۸ء دوشنبہ کو جامع رشید میں منعقد ہوا، جس میں ممبران مدارس نے شرکت کر کے اکابر دارالعلوم دیوبند کے پیغام اور ہدایات کو سنا، ملک کے موجودہ حالات کے مدنظر اجلاس مذکور میں مدارس کی انتظامی وفکری آزادی پر بطور خاص ارتکاز کیا گیا تھا، مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ کا خطبہ صدارت اس لحاظ سے ایک دستاویزی اعلامیہ ہے جس کی روشنی میں مدارس اوران کے وابستگان کو آگے بڑھنے کی ضرورت ہے، اجلاس ہذا کی اہمیت کے پیشِ نظر جامعہ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب متعدد اساتذہ کی معیت میں بذاتِ خود دیوبند تشریف لے گئے اور شریک اجلاس رہے، بعدازاں جامعہ کے دارالاہتمام میں ایک مذاکرہ کے دوران دیوبند کے حالیہ راہنما فرمودات کی تعمیل کیلئے اساتذہ کے ساتھ مشاورت بھی ہوئی۔

سالانہ امتحان کی تاریخوں کا اعلان

دارالاہتمام میں ایک مشاورتی میٹنگ کے دوران رواں سال کے سالانہ امتحان کی تاریخیں بھی متعین کردی گئی ہیں، چنانچہ امسال تمام جماعتوں کے تقریری وتحریری امتحانات یکم شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ/ ۱۷را پریل ۲۰۱۸ء بروز منگل

سے شروع ہوکر ۷؍شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ/۲۴؍اپریل ۲۰۱۸ء بروز منگل کی شام تک ختم ہوجائیں گے، جبکہ ختم بخاری شریف وسالانہ اجلاس ۲۸؍رجب المرجب ۱۴۳۹ھ/ ۱۶؍اپریل ۲۰۱۸ء دوشنبہ کو منعقد ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دریں اثنا طلبہ سے تاکیدی طور پر کہا گیا ہے کہ وہ تمام غیر درسی مشاغل سے پرہیز کرتے ہوئے امتحان کی تیاری کیلئے یکسو ہوجائیں اور انتظامیہ کو کسی بیجا شکایت کا بالکل موقعہ نہ دیں۔

الحاج حافظ شبیر احمد عالم پوری مرحوم کی اہلیہ کا انتقال

جامعہ کے سابق مدرس جناب حافظ شبیر احمد عالم پوری مرحوم کی شریک حیات اور محب گرامی بھائی غفران انجم کی والدہ طویل علالت کے بعد ۵؍مارچ ۲۰۱۸ء کو وفات پاگئیں اناللہ وانا الیہ راجعون، مرحوم صوم وصلاۃ کی پابند اور خدارسیدہ خاتون تھیں، عیاں رہے کہ تقریباً ۵۲؍روز قبل ہی ۱۲؍جنوری ۲۰۱۸ء کو ان کے نیک نام شوہر جناب حافظ صاحب مرحوم اللہ کو پیارے ہوگئے تھے، بایں معنیٰ بھائی غفران انجم کیلئے یہ حادثہ پر حادثہ نہایت اعصاب شکن اور تکلیف دہ ہے، لیکن قضاوقدر کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہی مؤمنانہ شان کا تقاضہ ہے، اللہ پاک مرحوم کو اپنا جوار رحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے آمین۔

حضرت مولانا محمد یامین قاسمی کو صدمہ

دارالعلوم دیوبند کے مبلغ اور مقرر شیریں بیاں حضرت مولانا محمد یامین قاسمی سونتوی کی معمر والدہ بھی یکم مارچ ۲۰۱۸ء پنجشنبہ کو واصل بحق ہوگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم بھی متعدد خوبیوں کی حامل واصل باللہ خاتون تھیں، یہ اطلاع مرحوم کے پسر زادے محبی فی اللہ مفتی محمد عبداللہ سونتوی نے دی ہے، اللہ پاک مرحوم کے درجات بلند فرمائے اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور کل پسماندگان کو صبر جمیل موفق فرمائے آمین۔

واردین وزائرین

دیوبند کل ہند رابطۂ مدارس اسلامیہ عربیہ کے اجلاس میں شرکت کی غرض سے تشریف لائے متعدد وفود نے جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کو اپنی حاضری سے مشرف فرمایا، گجرات، مہاراشٹر، کرناٹک، راجستھان اور جمو وکشمیر سمیت مختلف صوبوں سے قدم رنجہ ہونے والے ان وفود میں نو واردین کے علاوہ وہ قدیم وجدید فضلا اور علماء بھی تھے جنہوں نے باضابطہ یہاں داخلہ لیکر استفادہ کیا ہے اور اب وہ ماشاء اللہ اپنے اپنے علاقوں میں خدمتِ دین کا فریضہ نبھارہے ہیں، دوسری طرف جامعہ کے ناظم اعلیٰ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم قرب وجوار کے بعض دینی ودعوتی تقاضوں کے مدنظر مختلف مقامات پر منعقد ہوئے اجلاسات میں تشریف لے گئے اور ذکر وخطاب فرمایا۔

انجمن ''بزمِ رشید'' کا سالانہ مسابقاتی پروگرام

رواں تعلیمی سال کے اختتام سے پیشتر ہی خطابت وبیان کیلئے سرگرم انجمنوں کے پروگرام بھی اب اپنی انتہا کو

پہنچ گئے ہیں اور طلبہ تحریر وتقریر کے بجائے ساری توجہ سالانہ امتحان کی تیاریوں پر مبذول کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ گذشتہ ہفتوں کے درمیان جن انجمنوں کے سالانہ مسابقاتی اجتماعات منعقد ہوئے ان میں طلبۂ یوپی کی مرکزی انجمن ''بزم رشید'' سرفہرست ہے، جس کا سالانہ اختتامی مسابقۂ خطابت گذشتہ ہفتہ دارالقرآن تحتانی میں زیر صدارت حضرت مفتی صاحب مدظلہم منعقد ہوا، جس کی حکمیت کیلئے جناب قاری محمد صابر قاسمی اور کاتب الحروف موجود رہے، جبکہ نظامت کے فرائض عزیزی محمد امجد کھیڑہ کرتانوی صدر انجمن نے نبھائے، اس موقعہ پر مقرر طلبہ نے مختلف موضوعات پر مواد سے بھرپور کافی اچھی تقریریں کیں، شرکاء اجلاس کا احساس تھا کہ بعض طلبہ نے فنِ خطابت کے اچھے نمونے دکھائے اوران سے مستقبل میں خطابت کے حوالہ سے اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں، اس موقعہ پر عبدالواحد غازی آبادی، محمد صابر غازی آبادی اور محمد فیصل ریڑھی نے سب سے زیادہ نمبرات حاصل کرکے خصوصی انعام پایا، جبکہ دیگر مساہمین کو بھی تشجیعی انعام سے نوازا گیا، نیز ان ۲۲ طلبہ کی بھی ہمت افزائی کی گئی جو سال بھر کے ہفتہ واری اجتماعات یں بلا ناغہ شرکت کرتے رہے، قبل ازیں پروگرام کا آغاز محمد مقیم کنڈوی کی تلاوت اور محمد سہیل نکوڑوی ومحمد صادق بجنوری کی نعت پاک سے ہوا، ناصحانہ کلمات مدرسِ حدیث جناب مولانا مفتی محمد احسان بہٹوی نے ادا کئے، جبکہ دُعاء مولانا محمد ادریس رشیدی ندوی کے حصہ میں آئی، اس پروگرام میں بعض دوسرے اساتذہ بھی موجود تھے۔

انجمنِ مذکورہ کے علاوہ دوسری ریاستوں آسام اور بنگال کے طلبہ نے بھی اپنے اپنے سالانہ اجتماعات منعقد کئے جن میں اساتذۂ جامعہ کے علاوہ شہر بنگلور میں مقیم گنگوہ دیوبند اور مکۃ المکرمہ کے فیض یافتہ جناب مولانا مفتی تاج الدین رشیدی مکی نے بھی شرکت فرمائی۔

اقامتی ہالوں میں رنگ وروغن کا کام جاری

مقیم طلبہ کیلئے بنائے گئے متعدد رہائشی کمروں کے برآمدوں میں رنگ وروغن کا سلسلہ بھی جاری ہے، دریں اثنا اس شعبہ سے وابستہ بھائی محمد مطلوب پینٹر نے دفتر صدائے حق کو بتایا کہ رنگ وروغن کا یہ تجدیدی مرحلہ بہت جلد مکمل کرلیا جائے گا۔

دعائے صحت کی اپیل

قصبہ گنگوہ کی معروف تاجر شخصیت اور جامعہ کے مخلص بہی خواہ جناب الحاج محمد الیاس قریشی ان دنوں کافی علیل ہیں ان کے سعادت مند صاحبزادگان بالخصوص الحاج بھائی محمد عمران مسلسل ان کی تیمارداری میں لگے ہوئے ہیں، اللہ پاک حاجی صاحب اور دیگر تمام مریضوں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ دائمہ نصیب فرمائے آمین۔

کل تعداد طلبۂ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ۱۴۳۹ھ

شعبۂ افتاء	15	تعداد جونیر ہائی اسکول	125
جماعت دورۂ حدیث شریف	103	تعداد پرائمری	372
جماعت مشکوۃ شریف	81	نعمت الصالحات (گرلز) جونیر ہائی اسکول (محلّہ غلام اولیاء)	221
جماعت مختصر المعانی	40	نعمت الصالحات (گرلز) جونیر ہائی اسکول محلّہ کوٹلہ	228
جماعت شرح جامی	30	شاخ فیضان رشید (متصل مزار حضرت گنگوہیؒ)	196
جماعت کافیہ	39	دار العلوم نانوتہ شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی	60
جماعت میزان الصرف	43	دار التوحید والسنۃ مقام کلیر شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی	35
شعبۂ اجراء فارسی	78	کل تعداد مقامی طلبہ	1237
شعبۂ حفظ	226	کل تعداد طلبہ	1902
دار العلوم نانوتہ درجۂ حفظ	10		
کل تعداد بیرونی طلبہ	665	کل تعداد مدرسین وملازمین	102

جامعہ کے اہم فوری منصوبے اور خرچ کا تخمینہ

دار الطعام برائے طلبہ جامعہ ہذا۔	57,00000
جامعہ نعمت الصالحات (گرلز ہائی اسکول) کی تعمیر۔	50,00000

اپیل:

ملت کے دردمند غیور اور مخیّرین حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ ادارہ کے ان تمام منصوبوں کی تکمیل کیلئے ادارہ کی تعمیرات وترقیات میں بھرپور حصہ لیکر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں اور ادارہ کی حفاظت وترقی کیلئے اپنی مخصوص دعائیں اور توجہات بھی مبذول فرمائیں، جزاکم اللہ خیرا فی الدارین (ادارہ)۔

جہانِ کُتب

رئیسِ جامعہ ونگرانِ اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی دامت برکاتہم کی

بعض اہم تصنیفات

مطبوعہ

(۱)سیدالمحدثین (۲) تذکرہ اکابر گنگوہ (دوجلدیں)
(۳) تحفۂ مؤمن (۴) فضائل سیدالمرسلین
(۵) فضیلتِ علم وحکمت (۶) فوائدِ شریفیہ
(۷) تصوف کیا ہے؟ (۸) فضیلتِ تقویٰ
(۹) کیا ذکرِ جہری حرام یا مکروہ ہے؟ (۱۰) راہِ عمل (عربی)
(۱۱) راہِ عمل (اردو) (۱۲) راہِ عمل (انگلش)
(۱۳) خیر الکلام فی مسئلۃ القیام (۱۴) ایمان اور اسکے تقاضے
(۱۵) مکاتیب حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ (۱۶) عمامہ کی عظمت وافادیت
(۱۷) مکتوبات فقیہ الامت (حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ)

غیر مطبوعہ

(۱۸) فضائل دعوت وتبلیغ (۱۹) قبائح تکبر، محاسن تواضع
(۲۰) خطباتِ خالد (۲۱) سوانحِ شریف
(۲۲) جامع ترمذی کی شرح (۲۳) الایمان ومتطلباتہ (عربی)
(۲۴) جبالِ علم وعمل (۲۵) تحفۃ المسافرین
(۲۶) قرآن کریم کی سورتوں کا خلاصہ

ناشر مکتبۂ شریفیہ گنگوہ

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، سہارنپور یوپی

9457618591